صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ
لشکرِ اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی
دروس اور عبرتیں
ڈاکٹر فضل الٰہی
ادارہ ترجمان اسلام گوجرانوالہ

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

لشکرِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

دُروس اور عبرتیں

دروس اور عبرتیں

فہرست عنوانات

پیش لفظ

مبحث اول

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنا ۱۷

تمہید ۱۷

☆ آنحضرت ﷺ کا لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو تیار کرنا۔ ۱۸

☆ امارت اسامہؓ پر اعتراض کرنے والوں پر بارگاہِ نبوت سے اظہار خفگی ۱۹

☆ نبی کریم ﷺ کی بیماری کے باعث لشکر اسامہؓ کا مقام جرف میں قیام ۲۰

☆ اسامہ کی روانگی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا حکم ۲۱

☆ لشکر روکنے کے لیے صحابہ کی درخواست ۲۱

☆ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا درخواست قبول کرنے سے انکار ۲۱

☆ اسامہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ واپسی کی التجا ۲۲

☆ انصار کی کسی تجربہ کار شخص کو امیر لشکر مقرر کرنے کی درخواست ۲۲

☆ بارگاہِ صدیقی سے دونوں درخواستیں مسترد ۲۳

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لشکر الوداع کرنے کے لیے نکلنا ۲۴

☆ حضرت ابو بکر کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مدینے میں رکھنے کی درخواست ۲۴

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لشکر کو دس نصیحتیں ۲۵

☆ حضرت ابو بکر کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو نصیحت ۲۶

☆ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی ۲۶

مبحث دوئم

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں ۲۸

تمہید ۲۸

۱: حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے ۳۰

۲: مشکلات اہل ایمان کو امور دینیہ کی انجام دہی سے نہیں روکتیں ۳۶

۳: دعوت اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں ۴۲

۴: اتباع نبی کریم ﷺ کی فرضیت ۴۶

۵: اتباع نبی کریم ﷺ میں جلدی کرنے کی فرضیت ۵۲

۶: مسلمانوں کی نصرت و تکریم کا اتباع نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہونا ۵۴

۷: نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں ۵۹

۸: خلاف نص اکثریت کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۶۴

۹: سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے ۔ ۶۹

۱۰: باہمی جھگڑے نمٹانے کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے ۷۲

۱۱: حق کے سامنے سر تسلیم خم کرلینا ۷۶

۱۲: احتساب سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ۸۱

۱۳: بعض اوقات احتساب میں سختی سے کام لینا ۸۶

۱۴: دعوت کے مطابق عمل کا اہتمام کرنا ۹۱

۱۵: خدمتِ اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار ۹۸

۱۶: جہاد اسلامی کی حقیقی صورت ۱۰۷

خاتمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، و من يضلل فلا هادي له، و أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، و أشهد أن محمدا عبده و رسوله صلى الله عليه و على آله و صحبه و سلم.

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾[1]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾ ﴾ (النساء٤/ ١)[2]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ ﴾[3]

اما بعد!

داعیانِ حق کے کارہائے نمایاں کے بیان میں مسلمانوں کے لیے عموماً اور دعوت دین کی خاطر سرگرم لوگوں کیلئے خصوصاً بہت سے دروس، نصیحتیں اور عبرت و حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ ان کے کارنامے دعوتِ دین کے میدان میں روشنی کے مینار ہوتے ہیں، ان میں راہ حق میں پیش آنے والے مصائب اور مشکلات سے نمٹنے کیلئے راہ نمائی پائی جاتی ہے۔ ایسے واقعات بجائے خود حق کی خاطر قربانی، فداکاری

[1] سورة آل عمران / ١٠٢
[2] سورة النساء / ١
[3] سورة الأحزاب / ٧٠ ، ٧١

اور جان نثاری کیلئے مستقل' مؤثر اور زوردار دعوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

داعیانِ حق کے کارناموں کے بیان کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ قرآن و سنت کا ایک بڑا حصہ ایسے واقعات پر مشتمل ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد داعیانِ حق میں سے سب سے بلند و بالا اور شان و عظمت والے لوگ ہمارے رسول کریم ﷺ کے معزز و محترم ساتھی ہیں اور حضرات صحابہ میں سے سب سے زیادہ قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ والے ہمارے نبی کریم ﷺ کے یارِ غار' آپ کے جانشین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔انہی کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لو كنت متخذاً خليلاً لا تخذت أبابكر ولكن أخي و صاحبي))[1]

''اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابو بکر کو اپنا خلیل بناتا' لیکن وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے''

اور انہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر-رضي الله عنهما-))[2]

''ان دو کی پیروی کرنا جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے: ابو بکر اور عمر۔ رضی اللہ عنہما''

ان کے بارے میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صفحات تاریخ پر اپنی شہادت بایں الفاظ ثبت کی:

''فأنت سيدنا و خيرنا و أحبنا إلى رسول الله ﷺ''[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری' کتاب فضائل الصحابة' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''لو کنت متخذاً خلیلاً'' رقم الحدیث ۳۶۵۶، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، ۷/ ۱۷.

[2] جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب، رقم الحدیث ۳۹۰۶، ۱۰/ ۱۰۲۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۳/ ۲۰۰).

[3] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری' کتاب فضائل الصحابة' باب قول النبی ﷺ: ''لو کنت متخذا خلیلا'' رقم الحدیث ۳۶۶۸، ۷/ ۲۰.

"آپ ہمارے سردار' اور ہم سب سے بہتر' اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں"

اور جب حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

((أي الناس خير بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟))

"رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بلند مقام والی شخصیت کون سی ہے؟"

تو امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بایں الفاظ اپنی رائے کا اظہار فرمایا:

"ابو بکر"[1]

"وہ ابو بکر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔"

دین حق کی خدمت اور سربلندی کے لئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی جلیل القدر اور عظیم الشان کارنامے اور بے مثال قربانیاں ہیں۔ راہ حق میں ان کے کارہائے نمایاں میں سے ایک انتہائی اہم' عظیم اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خیر و برکت والا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سنگینیٔ حالات اور عام حضرات صحابہ کے اختلاف کے باوجود لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ آپ کے اس عظیم الشان کارنامے میں بہت سے دروس' نصیحتیں' اور حکمت و عبرت کی باتیں ہیں۔ اس کتابچے میں اللہ رب العزت کی توفیق سے انہی میں سے کچھ باتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتابچے کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے درج ذیل امور کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ا: حدیث' سیرت اور تاریخ کے بنیادی مراجع کی روشنی میں حضرت ابو بکر کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو ارسال کرنے کے واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان

---

[1] ملاحظہ ہو: مرجع سابق' رقم الحدیث ٣٦٧١، ٧/٢٠.

کیا گیا ہے۔

۲: سیدنا ابو بکر صدیق کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کرنے کے متعلقہ واقعات سے سولہ دروس اور عبرت و نصیحت کی باتوں کا استنباط کیا گیا ہے۔

۳: ان حاصل شدہ دروس اور عبرتوں کے بیان کے دوران' تائید و وضاحت کی غرض سے کتاب و سنت کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

۴: احادیث شریفہ کے نقل کرتے ہوئے اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کہ وہ ثابت شدہ ہوں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتابوں سے نقل کردہ احادیث شریفہ کے بارے میں اہل علم کی رائے ذکر کر دی گئی ہے۔ البتہ صحیحین سے منقولہ احادیث شریفہ کے بارے میں علمائے امت کے اقوال درج نہیں کیے گئے کیونکہ ان کے ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔[1]

۵: استنباط کردہ دروس اور نصیحتوں کی تائید اور تشریح کی غرض سے دیگر حضرات صحابہ کے اعمال اور واقعات کا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے۔ خوفِ طوالت کے پیش نظر ان کا تفصیلی ذکر نہیں کیا گیا۔ البتہ جن کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں ان کے نام اور متعلقہ صفحات کے نمبر حاشیہ میں درج کر دیے گئے ہیں۔

۶: کتابچے کے آخر میں مراجع و مآخذ کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں تاکہ مزید معلومات طلب کرنے والے حضرات کو ان تک رسائی میں دقت نہ ہو۔

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه على صحيح مسلم ص ١٤ ' و نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ص ٢٩.

خاکہ:

مولائے رحیم و کریم کے فضل و کرم سے اس کتابچے کی تقسیم حسب ذیل انداز میں کی گئی ہے۔

پیش لفظ

مبحث اوّل

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنا

تمہید

- ☆ آنحضرت ﷺ کا لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو تیار کرنا۔
- ☆ امارت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والوں پر بارگاہِ نبوت سے اظہار خفگی
- ☆ نبی کریم ﷺ کی بیماری کے باعث لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کا مقام جرف میں قیام
- ☆ اسامہ کی روانگی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا حکم
- ☆ لشکر روکنے کے لیے صحابہ کی درخواست
- ☆ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا درخواست قبول کرنے سے انکار
- ☆ اسامہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ واپسی کی التجا
- ☆ انصار کی کسی تجربہ کار شخص کو امیر لشکر مقرر کرنے کی درخواست
- ☆ بارگاہِ صدیقی سے دونوں درخواستیں مسترد
- ☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لشکر الوداع کرنے کے لیے نکلنا
- ☆ حضرت ابو بکر کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مدینے میں رکھنے کی درخواست
- ☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لشکر کو دس نصیحتیں
- ☆ حضرت ابو بکر کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت
- ☆ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی

مبحث دوئم

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں

☆ تمہید
☆ حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے
☆ مشکلات اہل ایمان کو امور دینیہ کی انجام دہی سے نہیں روکتی
☆ دعوتِ اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں
☆ اتباع نبی کریم ﷺ کی فرضیت
☆ اتباع نبی کریم ﷺ میں جلدی کرنے کی فرضیت
☆ مسلمانوں کی نصرت و تکریم کا اتباع نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہونا
☆ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں
☆ خلافِ نص اکثریت کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی
☆ سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے
☆ باہمی جھگڑے نمٹانے کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے
☆ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا
☆ احتساب سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں
☆ بعض اوقات احتساب میں سختی سے کام لینا
☆ دعوت کے مطابق عمل کا اہتمام کرنا
☆ خدمتِ اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار
☆ جہادِ اسلامی کی حقیقی صورت

اس مبحث میں سولہ حاصل شدہ دروس اور عبرتوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

خاتمہ

اس میں ساری گفتگو کے نتائج اور مسلمانانِ عالم سے اپیل ہے۔

شکر و دعا

بندہ ناتواں مولائے رحیم و کریم کا شکر گزار ہے کہ اس نے اس موضوع کے بارے میں یہ کتابچہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اب اس ہی سے عاجزانہ التماس ہے کہ اس حقیر اور معمولی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ انه سميع مجيب۔

رب ذوالجلال والاکرام سے یہ بھی عاجزانہ التجا ہے کہ وہ میرے گرامی قدر والدین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے بھرپور جدوجہد کی' اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت و عظمت کو ان کے سینوں میں پیوست کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کی۔ ﴿رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾

اپنے دو معزز ساتھیوں اور بھائیوں پروفیسر ڈاکٹر زید بن عبدالکریم الزید اور پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ساداتی الشنقیطی کا شکر گزار ہوں کہ اس کتابچے کی تیاری میں ان کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا۔

محترم مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے اس کتابچے کو یہ اعزاز بخشا کہ اس کے ترجمے کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اسے عمدگی سے نبھایا۔ عزیزان القدر حافظ حماد الٰہی و حافظ سجاد الٰہی کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے اردو ترجمے کی مراجعت اور پروف ریڈنگ میں تعاون کیا۔ عزیزان القدر ابوبکر قدوسی اور عمر فاروق قدوسی کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے محبت و اخلاص سے اس کتاب کی طباعت کی ذمہ داری کو پورا کیا۔ جزی الله تعالىٰ الجميع خير الجزاء في الدارين۔

اپنی اہلیہ اور سب بیٹوں بیٹیوں کے لیے دعاگو ہوں کہ انہوں نے میری تدریسی، تالیفی اور دیگر مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر میری خدمت کی- اللہ تعالیٰ ان کو اور سب مسلمانوں کے گھر والوں اور اولادوں کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اپنے دین کی مخلصانہ خدمت کی ہمیں اور ان سب کو توفیق نصیب فرمائے- آمین

مولائے رحیم و کریم اس کتاب کو میرے لیے اور سب قارئین کرام کے لیے ذریعہ نجات بنائے آمین یا ذاالجلال والاکرام- وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ و بارك وسلم-

فضل الٰھی

❋ ❋ ❋

مبحث اول

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنا

تمہید:

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں جن دو بڑی سلطنتوں کی سرحدیں جزیرۃ العرب کے ساتھ ملتی تھیں' ان میں ایک رومی سلطنت تھی۔ جزیرۂ عرب کے شمالی حصے کے بہت بڑے علاقے پر اس کا قبضہ تھا' وہاں کے امرا رومی سلطنت کی طرف سے مقرر کیے جاتے تھے جو اس سلطنت کے احکام کی تعمیل بجالاتے اور اس کے مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان علاقوں میں دعوت اسلام کے لیے اپنے نمائندے اور قاصد بھیجے تھے۔ شاہِ روم ہرقل کی طرف حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا دعوتی مکتوب دے کر بھیجا[1] لیکن ہرقل' اس کے وزیروں اور امرا نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی اور آنحضرت ﷺ کی دعوتِ حق قبول نہ کی اور وہ لوگوں کو بھی قبول حق سے روکنے اور راہِ رب پر گام زن ہونے سے باز رکھنے کی جدوجہد کرنے لگے۔

آٹھ ہجری کے ماہِ ربیع الاول میں نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ملک شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا' جس کے نتیجے میں مؤتہ کے مقام پر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں دو طاقتیں میدان میں کھڑی تھیں' ایک رومی فوج تھی اور دوسری طاقت ان نصاریٰ کی تھی جو عرب سے نقل مکانی کر کے شام کے علاقے میں آباد ہوئے تھے اور رومی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' کتاب بدء الوحی' باب' حدیث نمبر ۷' ۱/ ۳۱-۳۲۔

اس معرکے میں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو علم قیادت حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا- ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مسلمان فوج کے قائد مقرر ہوئے اور جب وہ بھی درجہ شہادت کو پہنچے تو لشکر اسلامی کی زمام قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سنبھالی- انھوں نے مسلمان فوج کو دشمن کے گھیرے سے نکالا اور اسے مدینہ منورہ لے گئے-[۱]

نو ہجری کے ماہِ رجب میں خود نبی کریم ﷺ رومیوں سے جہاد کے لیے نکلے[۲] اور آپؐ کی قیادت میں مسلمان فوج مدینے سے روانہ ہو کر مقام تبوک[۳] تک پہنچ گی، لیکن نہ رومی مسلمانوں کے مقابلے میں آئے اور نہ عرب کے نصرانی قبائل میدان میں نکلے- قیام تبوک کے دوران میں متعدد قصبات و قبائل کے امرا و حکام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے جزیہ ادا کرنے پر آنحضرت ﷺ سے صلح کی[۴] آنحضرت ﷺ کا یہ لشکر بیس دن تبوک میں قیام کے بعد مدینہ واپس آگیا[۵]

آنحضرت ﷺ کا لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو تیار کرنا:

گیارہ ہجری کے ماہِ صفر کے آخری دنوں میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو بلقا اور فلسطین کے علاقوں میں جا کر رومیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا- اس جنگ کے لیے

---

[۱] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ مؤتہ من ارض الشام، ۷/۵۱۰، فتح الباری ۷/۵۱۱؛ السیرۃ النبویہ الصحیحہ، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ۲/۴۶۷-۴۷۰.

[۲] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۸/۱۱۱.

[۳] تبوک، حجاز سے بہ جانب شمال واقع ہے اور موجودہ دور میں مدینے سے ۷۷۸ کلومیٹر کی مسافت پر ہے-

[۴] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اذا وادع الامام ملک القریۃ ہل یکون ذلک لبقیتہم؟. السیرۃ النبویۃ الصحیحہ ۲/۵۳۵، السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ، ڈاکٹر مہدی رزق اللہ، ص ۶۲۹.

[۵] ملاحظہ ہو: موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، کتاب المواقیت، باب مدۃ القصر، روایت نمبر ۵۴۶، ص ۱۴۵، السیرۃ النبویہ الصحیحہ ص ۵۳۵.

تیار ہونے والے لشکر میں مہاجرین اور انصار میں سے کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا قائد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا[1]۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی وفات سے دو روز قبل ہفتے کے دن لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی تیاری مکمل ہو گئی تھی اور اس کی تیاری کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی بیماری سے پہلے شروع کیا گیا تھا۔ آپؐ نے ماہِ صفر کے آخر میں لوگوں کو جہادِ روم پر جانے کا حکم دیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

> ''تم اس مقام کی طرف روانہ ہو جاؤ' جہاں تمھارے باپ نے شہادت پائی تھی۔ وہاں خوب جنگ کرو۔ میں تمھیں وہاں جانے والے لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں[2]۔''

امارت اسامہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والوں پر اظہارِ خفگی:

بعض لوگ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر معترض ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر بھیجنے کا عزم کیا جس کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا۔ حضرت اسامہؓ کی امارت پر لوگوں نے اعتراض کیا تو آنحضرت ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

> ''تم اب اسامہ کی امارت کو ہدف اعتراض ٹھہراتے ہو' اس سے قبل تم

---

[1] ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویہ فی ضوء المصادر الاصلیہ' ص ٦٨٥ ' السیرۃ النبویہ الصحیحہ ٢/ ٥٥٢.

[2] فتح الباری ملخصًا ١٥٢/٨.

اس کے باپ (حضرت زید) کی امارت پر بھی معترض ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! زید امارت کے مستحق تھے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ لائق محبت تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے (اسامہ) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"[1]

آنحضرت ﷺ بیماری کے باعث لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کا مقام جرف میں قیام:

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی سے دو دن پہلے نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے اور بیماری نے شدت اختیار کر لی' جس کی وجہ سے یہ لشکر جرف[2] کے مقام پر رک گیا اور آپ کی وفات کے بعد مدینے واپس آ گیا[3]۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کا حادثہ پیش آتے ہی حالات بالکل بدل گئے اور جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اِدھر آنحضرت ﷺ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور اُدھر عرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی اور پورے زور کے ساتھ نفاق کا عمل اُبھر آیا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اللہ کی قسم! اس وقت مجھ پر پریشانی کا جو زبردست ریلا آیا' اگر وہ پہاڑ پر آتا تو اسے بھی توڑ کر رکھ دیتا۔ اس زمانے میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی حالت ان بھیڑوں کی سی ہو گئی تھی جو بارش کی رات کو درندوں کے

---

[1] صحیح بخاری ' کتاب المغازی ' باب بعث النبی ﷺ اسامہ بن زید رضی اللہ عنهما فی مرض الذی توفی فیه' حدیث نمبر ۴۴۶۹' ۱۵۲/۸.

[2] جُرف "جیم" کے پیش اور "را" کے سکون کے ساتھ۔ یہ مقام مدینے سے بجانب شام تین میل کے فاصلے پر ہے۔ (معجم البلدان ۱۴۹/۲).

[3] ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱۵۲/۸' السیرة النبویه الصحیحه ۲۵۲/۲' السیرة النبویه فی ضوء المصادر الاصلیه ص ۶۸۵.

جنگل میں تنہا کھڑی ہوں[1]

اسامہ کی روانگی کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کا حکم:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہو گئے تو انھوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے تیسرے دن ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ اسامہ کے لشکر کو رومیوں سے جہاد کے لیے بھیجنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اس لشکر کا ہر سپاہی مدینے سے نکل کر جُرُف کے مقام پر پہنچ جائے' جہاں اس لشکر نے پہلے دن پڑاؤ کیا تھا[2]

لشکر کو روکنے کے لیے صحابہ کی درخواست:

اس اعلانِ عام کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ جن لوگوں کو اس لشکر میں بھیجا جا رہا ہے' وہ مسلمانوں کے جلیل القدر افراد ہیں' اور عرب کی اس وقت جو حالت ہو گئی ہے' وہ آپ کے سامنے ہے۔ان نازک حالات میں یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو آپ اپنے سے الگ کر دیں۔

یہ جماعت یہاں رہے گی تو آپ کی مددگار ثابت ہو گی[3]

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا درخواست قبول کرنے سے انکار:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو بکر کی جان ہے! اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کا

---

[1] البداية والنهاية ٦ /٣٤٣ - ٣٤٤.

[2] ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ٣/٢٢٤.

[3] ملاحظہ ہو: ایضاً ص ٢٢٥.

لشکر ضرور روانہ کروں گا' جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روانہ کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہے اور میں تنہا رہ جاؤں تو بھی یہ لشکر روانہ ہو گا[1]۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ واپسی کی التجا:

جب تمام لشکر اپنے فوجی ٹھکانے جرف کے مقام پر پہنچ گیا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کی کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ گزارش پیش کریں کہ ان لوگوں کو واپس مدینے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ بہت سے جلیل القدر صحابہ میرے ساتھ جا رہے ہیں۔

مجھے خلیفہ رسول ﷺ' حرم رسول ﷺ اور مدینہ منورہ میں باقی رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں تشویش رہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس لشکر کی روانگی کے بعد مشرکین انھیں اچک کر لے جائیں[2]۔

انصار کی کسی تجربہ کار شخص کو امیر لشکر مقرر کرنے کی درخواست:

انصار سے تعلق رکھنے والے ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی جو اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خلیفہ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جائیے اور ان کی خدمت میں ہماری طرف سے یہ

---

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳/ ۲۲۵.

[2] ملاحظہ ہو: الکامل ۲ /۲۲٦.

پیغام پہنچایے کہ وہ ہمارے اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو مقرر فرمائیں جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو[1]

بارگاہِ صدیقی سے دونوں درخواستیں مسترد:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ دونوں درخواستیں لے کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے انھوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پیش کی۔اس کے جواب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مجھے اٹھا کر لے جائیں تو بھی میں وہ کام کرنے سے نہیں رکوں گا' جسے نبی ﷺ نے کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں آنحضرت ﷺ کے فیصلے کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا' اگرچہ ان بستیوں میں میرے سوا کوئی متنفس باقی نہ رہے۔"

یہ قطعی جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کا نقطۂ نگاہ پیش کیا کہ "اس لشکر کی روانگی اگر ضروری ہے تو اس کا عہدۂ امارت کسی ایسے شخص کے سپرد کیا جائے' جو سن و سال کے اعتبار سے اسامہ سے بڑا ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دونوں پیغام پہنچائے' اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔دوسرا پیغام سنتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور کھڑے ہو کر غصے کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

"اے عمر! تیری ماں تجھے گم پائے۔اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس امارت پر نبی ﷺ نے مقرر فرمایا ہے' اور تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اسے اس منصب سے الگ کر دوں۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ دو ٹوک جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس آئے۔

---

[1] الکامل ۲ /۲۲٦.

لوگوں نے بے تابی سے پوچھا:

"کیا جواب لائے؟"

فرمایا: "چلے جاؤ میرے سامنے سے- تمھاری مائیں تمھیں گم پائیں' مجھے تمھاری وجہ سے خلیفۂ رسول ﷺ کی جھڑکیاں کھانا پڑیں-"[1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لشکر کو الوداع کرنے کے لیے نکلنا:

بعد ازاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لشکر میں تشریف لائے' فوجیوں کو اپنے سامنے روانہ کیا اور انھیں الوداع کہنے کے لیے کچھ دوران کے ساتھ گئے- اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے اور ان کی سواری کی لگام حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی' جب کہ حضرت اسامہؓ سوار تھے- حضرت اسامہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے کہا:

"اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں سواری سے اتر کر پیدل چلوں گا-"

انھوں نے فرمایا:

"نہ تم سواری سے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا- میرا اس بات میں کیا نقصان ہے کہ تھوڑی دور اللہ کی راہ میں پیدل چل کر اپنے قدم غبار آلود کر لوں- غازی کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں' اس کے سات سو درجے بلند کیے جاتے ہیں اور سات سو گناہ دور کیے جاتے ہیں[2]-"

حضرت ابو بکر کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مدینے میں رکھنے کی درخواست:

اسی اثنا میں خلیفۂ رسول ﷺ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت اسامہ رضی اللہ

---

[1] الکامل ۲/۲۲۶۔ [2] ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳/۲۲۶۔

عنہما سے درخواست کی کہ: ''اگر میری کچھ مدد کرنا مناسب سمجھیں تو عمر کو مدینہ منورہ میں میرے پاس رہنے دیں۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ رسول ﷺ کی تجویز سے موافقت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قبل ازیں لشکر اسامہ میں شامل تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اعانت کے لیے مدینہ منورہ میں رہ گئے۔[1]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی لشکر کو دس نصیحتیں:

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

لوگو ٹھہرو! میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، انھیں اچھی طرح یاد رکھنا۔

1. خیانت نہ کرنا۔
2. بدعہدی نہ کرنا۔
3. کسی کو دھوکا نہ دینا۔
4. مقتولوں کا مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضا نہ کاٹنا۔
5. پھل دار درخت نہ کاٹنا۔
6. کسی بکری، گائے اور اونٹ کو سوا کھانے کے ذبح نہ کرنا۔
7. تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے، جنھوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے، انھیں کچھ نہیں کہنا، ان کے حال پر ہی انھیں چھوڑ دینا۔
8. تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمھارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے، تم انھیں کھانے لگو تو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔
9. تم ایسے لوگوں سے ملو گے، جنہوں نے سر کا درمیانی حصہ منڈوایا ہوگا، اور سر کے چاروں طرف بالوں کی لٹیں لٹکائی ہوں گی، انھیں تلوار سے مارنا (قتل کر دینا)
10. اپنی حفاظت اللہ کے نام سے کرنا۔

---

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳/ ۲۲۶.

اللہ تعالیٰ تمہیں نیزوں اور طاعون سے فنا کرے۔☆[۱]

حضرت ابوبکر کی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو نصیحت:

عام لشکر کو یہ دس نصیحتیں کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی اور انھیں نصیحت کی کہ انہی امور کو مرکزِ عمل ٹھہرائیں' جن کا نبی ﷺ نے حکم دیا تھا' اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق جنگ کا آغاز قضاعہ کی آبادیوں سے کرنا۔ پھر آبل[۲] کا قصد کرنا' کسی معاملے میں نبی ﷺ کا حکم بجالانے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے[۳]۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے شام کی سرحد میں داخل ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق قبائل قضاعہ میں اپنے گھوڑ سواروں کو پھیلا دیا۔ پھر آبل پر حملہ کیا' جس میں وہ کامیاب رہے اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا[۴]۔ ان کے آنے جانے کا یہ سفر چالیس روز کا تھا[۵]۔

ہرقل کو نبی کریم ﷺ کی وفات اور اس کی سرزمین پر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی اطلاع دونوں باتیں ایک ہی وقت میں پہنچی تھیں۔ یہ سن کر رومیوں نے تعجب و حیرانی سے کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں' جن کا سربراہ وفات پا گیا ہے اور اس کے باوجود یہ ہماری سرزمین پر حملہ آور ہو گئے ہیں[۶]۔

☆ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمائے' میدان جنگ میں جام شہادت نوش کر کے یا طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہونے سے۔

[۱] تاریخ طبری ۳/۲۲۶ - ۲۲۷.

[۲] آبل' وہ منطقہ ہے جو آج کل بلادِ اردن کے جنوب میں واقع ہے۔ (حاشیہ التاریخ الاسلامی استاذ محمود شاکر ۳/ ۶۶).

[۳] تاریخ طبری ۳ / ۲۲۷.

[۴] ایضاً ۳/۲۲۷.

[۵] تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۱.

[۶] تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم) حافظ ذہبی ص ۲۰.

قبائل عرب پکار اٹھے:

”اگر یہ طاقت ور نہ ہوتے تو فوج نہ بھیجتے۔ اتنی بڑی فوج ان کے طاقت ور ہونے کی دلیل ہے۔“

اس طرح وہ ان بہت سی کارروائیوں سے رک گئے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔[1]

❋ ❋ ❋

[1] تاریخ الکامل ۲/۲۲۷.

مبحث دوم

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی میں دروس اور نصیحتیں

تمہید:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا اپنے اندر عبرت و نصیحت اور خیر و موعظت کا بہت بڑا سامان رکھتا ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کیا جائے گا۔

ا: حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

ب: مشکلات اہل ایمان کے لیے امور دینی کی انجام دہی میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔

ج: دعوت اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص سے وابستہ نہیں۔

د: نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے۔

ہ: نبی کریم ﷺ کی اتباع میں سبقت کرنی ضروری ہے۔

و: مسلمانوں کی نصرت و تکریم کا اتباع نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہونا۔

ز: نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں۔

ح: اکثریت کی رائے نص کے خلاف ہو تو اسے کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

ط: سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔

ی: اپنے جھگڑے اور اختلاف کتاب و سنت کے مطابق حل کرنے چاہئیں۔

ک: جوں ہی صدائے حق کان میں پڑے گردن جھکا دو۔

ل: احتساب سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں۔

م: بعض اوقات احتساب کرتے وقت سختی سے کام لیا جائے۔

ن: دعوت کے مطابق عمل کا اہتمام کرنا-

س: خدمت اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار-

ع: جہاد اسلامی کی حقیقی صورت-

آئندہ صفحات میں عبرت و موعظت کی ہر بات کو ایک مستقل عنوان کے تحت بیان کیا گیا ہے-

❋ ❋ ❋

حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے

اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حالات کی رفتار ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی' حالات میں انقلاب و تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے- جو حالات نبی کریم ﷺ کی وفات سے پہلے تھے' آپؐ کی وفات کے بعد اس کے بالکل الٹ ہو گئے- پہلے اسلام اور مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ترقی اور عروج کی منزلیں طے کر رہے تھے اور لوگ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے تھے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے- ارشاد ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ○﴾[1]

"جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہو گئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگوں کے غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں-"

۹ ہجری میں یہ صورتِ حال تھی کہ مختلف علاقوں سے وفود عرب کامل اطاعت و فروتنی کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل اسلام کی طرف آ رہے تھے اور اس سال اتنی کثرت کے ساتھ وفود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود[2]" پڑ گیا-[3]

فتح مکہ کے وقت اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار پاک جاں بازوں پر مشتمل تھی' جب کہ اس کے صرف ایک سال بعد غزوۂ تبوک میں تیس ہزار مجاہد شامل تھے- اس

---

[1] سورة النصر : آيات ۱ - ۲.
[2] ملاحظہ ہو: جوامع السيرة - از امام ابن حزم ص ۲۵۹.
[3] ملاحظہ ہو: السيرة النبويه الصحيحه ص ۵٤۱.

کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک بحرِ بے کراں ہے جو ٹھاٹھیں مارتا نبی کریم ﷺ کے ارد گرد جا رہا ہے اور دور دور تک ان کی لبیک و تکبیر اور تسبیح و تحمید کی آوازوں کی گونج سنائی دی جا رہی ہے[1]

اب عرب کے لوگوں کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ تقدیر و اجلال کے جذبات کے ساتھ مدینے کی طرف دیکھنے لگے اور سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی راستہ ان کے سامنے نہ رہا۔ مدینہ طیبہ جزیرۂ عرب کا دار الخلافہ بن گیا' جس کو نظر انداز کر دینا اہل عرب کے لیے ممکن نہ رہا۔[2]

پھر ایک وقت آتا ہے کہ حالات یکایک بدلتے اور کروٹ لیتے ہیں اور ایسے قالب میں ڈھل جاتے ہیں' جس کا ذکر امام طبری نے اس روایت میں کیا ہے جو ہشام بن عروہ اپنے والد (عروہ) سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:

"جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کی گئی اور انصار ابتدا میں اختلاف کے بعد' خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لشکرِ اسامہ روانہ کرنے کا مرحلہ طے کیا جائے۔"

اس وقت عرب کے ہر قبیلے کے زیادہ یا کم افراد ارتداد کی راہ پر چل پڑے تھے اور ان میں نفاق پیدا ہو گیا تھا' اور یہود و نصاریٰ سر اونچے کر کے بغلیں بجانے لگے۔ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے اور مسلمان اپنی قلت تعداد اور دوسروں کی کثرت تعداد کی بنا پر اس طرح ہو گئے تھے' جیسے بارش کی سرد رات میں بکری کی حالت ہو جاتی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "یہی تو قریباً جماعت مسلمہ ہے اور عرب کی جو حالت ہو گئی ہے' وہ آپ

---

[1] ملاحظہ ہو: الرحیق المختوم (از شیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری ص ٤٤٤).

[2] ایضاً ص ٤٥٤.

کے سامنے ہے' انھوں نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے- ان حالات میں مسلمانوں کی جماعت کو اپنے آپ سے جدا کر دینا مناسب نہیں-"[1]

کتنا زبردست انقلاب برپا ہوا! حالات نے کیا رخ اختیار کیا! اور کتنی جلدی معاملات میں تبدیلی آئی! سبحان اللہ! وہی پاک ذات ہے جو تمام امور کی مالک ہے' وہ جس طرح چاہے واقعات کو بدل دے-

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾[2]

"وہ جو چاہتا ہے' کرتا ہے"

﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾[3]

"وہ جو کچھ بھی کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں' اور سب اس کے آگے جواب دہ ہیں' ان سے باز پرس ہو گی"

غور کیجیے! ۹ ہجری میں اس کثرت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں وفود حاضر ہوتے ہیں کہ اس سال کو "عام الوفود" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے- یہ وفود اسلام اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے' آپ کی اطاعت گزاری کا اقرار کرتے ہوئے اور نہایت عجز و عاجزی کے ساتھ گردنیں جھکائے ہوئے دربارِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے- پھر حالات نے اس طرح پلٹا کھایا کہ یہ خوف پیدا ہونے لگا کہ عرب قبائل اسلام کی پناہ گاہ مدینہ منورہ میں لوٹ مار مچا دیں گے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے زعم باطل کے مطابق اسلام اور مسلمانوں پر غارت گری کرنے اور لوٹ مار کی غرض سے پہنچ ہی گئے[4]

---

[1] تاریخ طبری ۳/۲۲۵- نیز دیکھئے الکامل ۲/۲۲۶' البداية والنهاية ٦/٣٤٣-٣٤٤' السيرة النبويه و اخبار الخلفاء از امام ابوحاتم البستی ص ٤٢٨.

[2] سورة البروج : آیت ١٦.

[3] سورة الانبياء : آیت ٢٣.

[4] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳/ ۲٤۷' جوامع السیره ص ۲٤۰' البداية والنهاية ٦/ ٦٥٥.

اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں- یہ قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں نہیں رہتیں' بلکہ ان کے معاملات میں تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے اور ان میں انقلاب کی لہریں چلتی رہتی ہیں- اس کا اعلان خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جو ان کے معاملات کو بدلتا اور ان میں تبدیلی کے آثار پیدا کرتا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتِلْكَ ٱلْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ ٱلنَّاسِ﴾[1]

''اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں''

امام رازی اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لوگوں میں دنیا کے دن بدلنے کے معنے یہ ہیں کہ نہ ان کی خوشیاں ہمیشہ رہتی ہیں اور نہ تکالیف- کسی دن انھیں خوشی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کا دشمن غمی میں مبتلا ہو جاتا ہے' اور کسی دن معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے- ایک شے ایک ہی حال پر نہیں رہتی اور نہ اس کے آثار کو دوام حاصل ہے[2]

یہاں ''نُدَاوِلُهَا'' مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایام اقوام کی تبدیلی اور ان کے تغیر احوال کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے اور یہ تغیر احوال ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے-

اسی سلسلے میں قاضی ابوالسعود کہتے ہیں کہ: ''مضارع کا صیغہ اس پر دلالت کناں ہے کہ قومیں آگاہ رہیں کہ ان میں تجدد و استمرار کا سلسلہ ہر صورت میں جاری رہے گا اور یہ ایک ایسا ربانی معاملہ ہے جو قوموں کو پیش آتا اور لازماً ان میں باقی رہتا ہے-''[3]

کہا جاتا ہے کہ:

---

[1] سورة آل عمران: آیت ١٤٠.

[2] تفسیر کبیر ٩/ ١٥ - نیز دیکھئے تفسیر قرطبی ٤/ ٢١٨.

[3] تفسیر ابی السعود ٢/ ٨٩ - نیز دیکھئے علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی ٤/ ٦٨.

"اَلْاَیَّامُ دُوَلٌ وَ الْحَرْبُ سِجَالٌ"[1]

"دن بدلتے رہتے ہیں اور لڑائی میں فتح و شکست کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں۔"

شاعر کہتا ہے ؎

فیوم لنا و یوم علینا و یوم نساء و یوم نسر[2]

کوئی دن ہماری فتح کا مژدہ لے کر آتا ہے اور کوئی دن شکست کی خبر سناتا ہے۔ کسی دن ہمیں افسردہ کر دیا جاتا ہے اور کسی دن خوش کر دیا جاتا ہے۔

مرد مومن کا فرض ہے کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو صبر سے کام لے' اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی نصرت' صبر ہی سے وابستہ ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا شیوۂ مومن نہیں۔

﴿إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ۝٥٦﴾[3]

"یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے"

مسلمانوں کو یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ تکلیف جس قدر بھی بڑھ جائے' مصیبت میں کتنی شدت بھی آ جائے۔ اور اذیت کا سلسلہ کتنا دراز بھی ہو جائے' لیکن سنت الٰہیہ یہ ہے کہ:

﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦﴾[4]

"بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے"

رات جس قدر بھی لمبی ہو جائے اور اس کی تاریکی جتنی بھی بڑھ جائے' اس

---

[1] روح المعانی ٤/٦٨.
[2] تفسیر قرطبی ٤/٢١٨.
[3] سورة اعراف : ٥٦.
[4] سورة الم نشرح : آيات ٥ - ٦ .

کے بعد دن کی روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ باطل کے مقابلے کے لیے ڈٹ جائے اور حق پر ثابت قدم رہے' جیسا کہ اس ضمن میں بارگاہ ربانی سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے رفقا کو حکم دیا گیا۔

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ ﴾[1]

''پس چاہیے کہ جس طرح تمھیں حکم دیا گیا ہے' تم اور وہ سب لوگ جو توبہ کر کے آپؐ کے ساتھ ہو لیے ہیں' اپنی صحیح راہ میں استوار ہو جاؤ''

اگر مومن کو آرام حاصل ہو تو اللہ کا شکر بجا لائے اور اگر تکلیف سے دوچار ہو تو صبر سے کام لے تاکہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد اس پر منطبق ہو جائے کہ:

[عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّه خَيْرٌ' وَ لَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ' اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ' فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ' وَ اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ' فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ][2]

''مومن کا معاملہ عجیب ہے' اس کا سب کام خیر ہی خیر ہے' اور یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے' اور کسی کے لیے نہیں۔ اگر کوئی خوشی کا معاملہ درپیش ہو تو شکر بجا لاتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر کا موجب ہے۔ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے' اور یہ بھی اس کے لیے خیر کا باعث ہے۔''

❋ ❋ ❋

---

[1] سورۃ ھود: آیت ۱۱۲۔
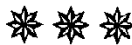
[2] صحیح مسلم' کتاب الزھد والرقائق، باب المومن امرہ کلہ خیر، رقم الحدیث ٦٤ (٢٩٩٩)' ٤/٢٢٩٥ عن صھیب رضی اللہ عنہ۔

مطلب ٢

مشکلات اہلِ ایمان کو اُمورِ دینیہ کی انجام دہی سے نہیں روکتی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے لشکر اسامہ کو بھیجنے کا حکم جاری کرنے کے واقعے میں جن دروس اور نصیحتوں سے ہم بہرہ یاب ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شدائد و مصائب کے سلسلے کا بڑھ جانا اور مشکلات کے دامن کا پھیل جانا اور دین حق کی تبلیغ کے لیے اہل ایمان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث نہیں بنتا۔ غور کیجیے، نبی کریم ﷺ کا (ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) سانحہ وفات مسلمانوں کے لیے کس قدر الم ناک اور کس درجہ غم انگیز تھا، بالخصوص آپؐ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے تو یہ غم انتہائی شدید تھا۔ اس لیے کہ وہ مردوں میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب[1] تھے۔ وہ تو اس وقت اپنے آپ پر قابو نہ پاسکے، جب انھوں نے آپؐ کے ایک ارشاد کے اشارے سے یہ محسوس کیا کہ آپؐ اس دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جانے والے ہیں[2]۔

---

[1] اس کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر میں بھیجا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: "آپ کے نزدیک سب سے زیادہ لائق محبت کون ہے؟" فرمایا: "عائشہ!" عرض کیا: "مردوں میں؟" فرمایا: "ان کا باپ!" صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب لو کنت متخذا خلیلا، حدیث نمبر ٣٦٦٢، ١٨/٧ - صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ٨ (٢٣٨٤)، ١٨٥٦/٤.

[2] اس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ (اس کے معنے یہ ہیں) کہ "نبی ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو پسند کر لے اور

آنحضرت ﷺ سے ان کے شدید تعلق کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ وہ کسی شخص کی موت پر اظہار افسوس کرتے تو فرمایا کرتے:

"تم نبی ﷺ کی رحلت کو یاد کرو' اس سے تمھاری مصیبت کم ہو جائے گی اور اللہ تمھارا اجر بڑھا دے گا-"

سوال یہ ہے کہ اس مصیبت عظمیٰ نے ان کو دینی کام پر عمل پیرا ہونے سے روکا یا اسے مرکز اعتنا بنانے میں کوئی کمی پیدا کی؟ ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم' جس نے نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا-! بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے تیسرے دن وہ منادی کرنے والے کو حکم دیتے ہیں جو یہ اعلان کرتا ہے کہ لشکر اسامہ کے تمام فوجی اپنے لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائیں تاکہ انھیں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس طرف روانہ کر دینے کا کام تکمیل کو پہنچ جائے' جس طرف نبی کریم ﷺ روانہ کرنا چاہتے تھے[1]

پھر مصیبت صرف یہی نہ تھی کہ اللہ رب العالمین کے خلیل' نبیوں کے امام' رسولوں کے قائد اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے محبوب فوت ہو چکے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حالت یہ تھی- کہ ارتداد کے فتنے نے سر اٹھا لیا تھا' نفاق پھوٹ پڑا تھا' یہود اور نصاریٰ خوشی سے اچھل کر میدان میں آگئے تھے اور مسلمان خوف زدہ

گزشتہ سے پیوستہ

چاہے تو ان نعمتوں کو پسند کرلے جو اللہ کے پاس ہیں- ان دونوں کے درمیان پسندیدگی کا اختیار ملنے کے بعد اس نے بارگاہِ الٰہی کی نعمتوں کو پسند کر لیا-"

نبی ﷺ کے یہ الفاظ سن کر حضرت ابو بکر رو پڑے- فرمایا: "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" ہم نے ان کے اس قول پر تعجب کیا اور لوگوں نے کہا: اس شخص کو دیکھو- نبی ﷺ تو ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ کے بندے کو اللہ نے دنیا کی نعمتوں اور اپنی بارگاہِ اعلیٰ کی نعمتوں میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا- اور یہ شخص کہہ رہا ہے- "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں"

حقیقت یہ ہے کہ یہ اختیار نبی ﷺ کو دیا گیا تھا' اور یہ بات ہم میں سے سب سے زیادہ سمجھنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے-" (صحیح بخاری' مناقب الانصار ' باب ' هجرة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و اصحابه الی المدینة' حدیث نمبر ۳۹۰۳ ' ۷/۲۲۷).

[1] ملاحظہ ہو: تاریخ الخلفاء از امام سیوطی ص ۹۵.

ہو گئے تھے کہ کہیں مرتد قبیلے مدینے پر حملہ نہ کر دیں۔ یہ ساری صورتِ حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی، لیکن وہ ان تمام مشکلات کے باوجود سر بلندی دین کے مشن کو پوری کوشش کے ساتھ جاری رکھنے پر مصر رہے اور اس موقع پر انھوں نے ایک ایسی بات فرمائی جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے۔ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ بستی میں میرے سوا کوئی نہیں رہے گا اور درندے مجھے پھاڑ ڈالیں گے، تب بھی میں اسامہ کی فوج کو ضرور روانہ کروں گا۔[1]"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ الفاظ کہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں، اس لیے کہ ان کی تربیت عالم بشریت کے سب سے بڑے معلم حضرت محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے اس طرح کی تھی کہ وہ عسر و یسر کے تمام حالات میں دین حق کی تقویت و ترویج کا اہتمام جاری رکھیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے اس بارے میں تلقین ہی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ عملی نمونہ بھی ان کے سامنے پیش فرمایا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کو ارتکاب شرک سے ہر وقت ڈراتے ہیں، حتیٰ کہ آخری وقت میں جب بیماری شدت اختیار کر لیتی ہے، اس حالت میں بھی لوگوں کو شرک سے دامن کشاں رہنے کی تلقین فرماتے ہیں، اس کا ثبوت صحیح بخاری کی اس حدیث سے ملتا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، جس کے معنے یہ ہیں۔

نبی ﷺ وقت وفات کے قریب جب چہرہ مبارک اپنی چادر سے لپیٹے ہوئے تھے اور جب آپ ﷺ نے چادر کی وجہ سے گرمی محسوس فرمائی تو چہرے سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو کہ انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔[2]

---

[1] تاریخ طبری ۳/ ۲۲۵.

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب، حدیث نمبر ۴۳۵ و ۴۳۶، ۱/ ۵۳۲.

اس طرح آپؐ انہیں (امت کو) ان اُمور سے ڈرا رہے تھے جن کے وہ (یہود و نصاریٰ) مرتکب ہوئے۔"

پھر ہم نبی ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ اس دنیاے فانی سے رخصت ہونے اور عالم جاودانی کو روانہ ہونے کے وقت آپ کی زبان مبارک سے وہی الفاظ سنے جاتے ہیں، جن سے دین اسلام کی تبلیغ کے اہتمام کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابن ماجہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"دنیوی زندگی کے آخری وقت میں جب نبی ﷺ کے سینے میں سانس کی گھڑگھڑاہٹ محسوس ہوتی تھی، تو آپؐ کی صحابہ کو یہ وصیت تھی۔

((اَلصَّلَاۃَ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ)).[1]

"نماز کی حفاظت کرنا اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم --- فَدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ --- مسلسل اسی وصیت کا اعادہ کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی زبان مبارک میں ان الفاظ کے ادا کرنے کی طاقت نہ رہی۔ امام ابن ماجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ : اَلصَّلَاۃَ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. فَمَا زَالَ یَقُوْلُھَا حَتّٰی مَا یَفِیْضَ بِھَا لِسَانُہُ)).[2]

"نبی ﷺ اپنے مرض وفات میں یہی ارشاد فرماتے رہے کہ نماز کی حفاظت کرنا --- یہ الفاظ آپ اس وقت تک فرماتے رہے، جب تک کہ آپؐ کی زبان میں یہ الفاظ بیان کرنے کی طاقت رہی۔"

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نصرت دین کا سبق سیکھا اور وہ ہمیشہ اور ہر حال میں اسی بات پر قائم اور عامل رہے اور ہم

---

[1] سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب و ھل اوصیٰ رسول اللہ ﷺ؟ حدیث نمبر ۲۷۳۰، ۲/۱۱۴.

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۱۶۲۵، ۱/۲۹۸.

دیکھتے ہیں کہ دین ہی ان کی حیات طیبہ کا اصل مقصد رہا اور اسی حالت میں وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب آیئے ذرا غور کریں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کیا وصیت فرمائی---امام طبرانی روایت درج کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرض وفات میں فرمایا: ''عمر کو میرے پاس لاؤ۔''

حضرت عمر آئے تو فرمایا:

> ''عمر! جو میں کہتا ہوں' وہ سنو اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا خیال ہے کہ میں آج ہی مر جاؤں گا--- اور وہ پیر کا دن تھا---اگر میں (دن میں) مر جاؤں تو تم شام کا وقت آنے سے پہلے لوگوں کو لڑائی کے لیے مثنیٰ[1] کے ساتھ روانہ کر دو' اور اگر میری موت کا وقت رات کو آئے تو تم صبح ہونے سے پیشتر لوگوں کو مثنیٰ کے ساتھ لڑائی پر بھیج دو۔ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس دینی فرض کی ادائیگی اور تمھارے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں تمھارے لیے رکاوٹ کا باعث نہ بنے۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد کیا کیا تھا۔ حالاں کہ لوگ اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا تھے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اگر نبی ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں دیر کرتا اور کم زوری دکھاتا تو ہم ذلیل ہو جاتے اور (اللہ تعالیٰ) ہمیں سزا دیتے اور پھر مدینہ آگ کے بھڑکتے شعلوں کی زد میں آ جاتا۔[2]

---

[1] حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ عراق کے اسلامی لشکر کے امیر تھے۔ ان کا تقرر اس وقت کے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے خلاف یرموک کی جنگ میں بھیج دینے کے بعد کیا گیا تھا۔ حضرت مثنیٰ عراق سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں وہاں کے مسلمانوں اور مشرکوں کے حالات سے انھیں مطلع کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ گئے تھے۔ (تاریخ طبری ۳/ ۴۱۱ تا ۴۱۴۔ الکامل ۲/ ۲۸۴ تا ۲۸۶).

[2] تاریخ طبری ۳/ ۴۱۴.

اللہ اکبر! اللہ کے دین کی خدمت کا کس درجہ عظیم الشان جذبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رگ و پے میں موج زن تھا- کیوں موج زن نہ ہوتا- یہی تو وہ رفیع المرتبت شخص ہیں، جنھوں نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو تلقین کی تھی کہ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی، تمہارے لئے خدمت دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے- رضی اللہ عنہ وارضاہ-

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں بالکل دیر نہیں لگائی- انہوں نے بھی تو اسی مدرسہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پایا تھا کہ جہاں سے ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کندن بن کر نکلے تھے-

جس رات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اسی رات کی صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولیں کام یہ کیا کہ فجر کی نماز سے قبل ہی لوگوں کو مثنیٰ بن حارثہ کی قیادت میں اہل فارس سے جہاد کرنے کی ترغیب دی- پھر لوگوں سے بیعت خلافت لی- اور ساتھ ہی لوگوں کو جہاد کی غرض سے نکلنے کی ترغیب دی[1]

بلا شبہ نبی کریم ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سانحہ اس وقت امت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا- لیکن اس سانحہ نے امور دین کی بجا آوری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی راہ میں قطعاً کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی- حضرت ابو بکر کی وفات پر چند گھڑیاں ہی گزری تھیں کہ انھوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے لوگوں کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا-

✲ ✲ ✲

[1] ملاحظہ ہو: الکامل ۲/۲۹۷ ' نیز دیکھئے تاریخ طبری ۳/٤٤٤.

مطلب ۳

دعوتِ اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں

بعض حضرات دعوتِ اسلامی کو چند اشخاص سے وابستہ کر دیتے ہیں' اور سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی کے ساتھ ہی دعوت اسلامی کا سلسلہ باقی ہے' جب یہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے' دعوت کا سلسلہ رک جائے گا- یہ نقطۂ نظر اسلام کے سراسر منافی ہے- اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس لیے دین حق دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ تمام ادیان و مذاہب پر غالب آ جائے- اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾[1]

"وہی ذات اعلیٰ و ارفع ہے' جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا' تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے' اگرچہ مشرکوں کو یہ بات پسند نہ آئے-"

اللہ تعالیٰ نے اس دین کے لیے ضروری ٹھہرا دیا ہے کہ جہاں بھی شب و روز کا سلسلہ جاری ہے اور جس سرزمین میں سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے' وہاں کے ہر گھر میں اسلام کی روشنی پہنچ کر رہے گی- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت درج کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"یہ دین وہاں لازمی طور پر پہنچے گا' جہاں رات اور دن پہنچ چکے ہیں- اللہ تعالیٰ کچے پکے کسی گھر کو نہیں چھوڑے گا' تا آں کہ اسے اپنے دین کے

---

[1] سورہ توبہ: آیت ۳۳' سورۃ صف: آیت ۹۔

آثار سے شناسا کر دے- یہ کام وہاں کے عزت داروں کی عزت اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ انجام پائے گا- وہ عزت جسے اللہ تعالیٰ اسلام کی وجہ سے عطا فرمائے گا اور وہ ذلت جس میں کفر کے باعث مبتلا کرے گا-''[1]

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ یہ دین ہمیشہ باقی رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت تا قیامت اس کی خدمت اور اس کے حفظ و دفاع کا فریضہ ادا کرتی رہے گی- امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور اس کی حفاظت و بقا کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک قتال کرتی رہے گی-''[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے واقعے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے قول اور عمل سے یہ بات واضح کر دی کہ دعوت اسلام کا قافلہ نہ رکا ہے نہ رکے گا- یہاں تک کہ سید اولاد آدم' امام الانبیا اور قائد المرسلین ﷺ وفات پا گئے' لیکن یہ سلسلہ جاری رہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے اس بات کی اس وقت تصدیق کر دی' جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے تیسرے دن منادی کرا دی کہ یہ لشکر شہر سے نکل کر جرف کے مقام پر اپنی چھاؤنی میں پہنچ جائے- حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے قبل بھی اپنے اس خطبے میں جو انھوں نے بیعت خلافت لینے کے بعد ارشاد فرمایا تھا' خدمتِ دین کے لیے اپنی تمام مساعی وقف کر دینے اور اس پر ثابت قدم رہنے کا اعلان فرمایا تھا- انھوں نے کہا تھا:

---

[1] مسند امام احمد ٤/١٠٣.

[2] صحیح مسلم ' کتاب الامارۃ' باب قولہ ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم' حدیث نمبر ١٧٢ (١٩٢٢)، ٣/١٥٢٤.

"لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو' اپنے دین پر مضبوطی سے کاربند رہو اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھو۔ یقیناً اللہ کا دین قائم رہنے والا ہے' اللہ کا کلمہ ثابت و کامل ہے۔ جس شخص نے اللہ کی مدد کی وہ اس کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو معزز فرمائے گا۔

اللہ کی قسم! ہم اس شخص کی کوئی پروا نہیں کرتے' جو ہم پر مخلوق خدا کو چڑھا کر لائے گا۔ بے شک اللہ کی تلواریں بے نیام ہو چکی ہیں' ہم نے انھیں ابھی تک زمین پر نہیں رکھا۔ جو شخص ہماری مخالفت کرے گا' ہم اس کے خلاف اسی طرح جہاد کریں گے' جس طرح رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا کرتے تھے۔ ہم پر ظلم و زیادتی کرنے والا حقیقت میں اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کرتا ہے[1]"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبے میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ وفات پا چکے اور اپنے پروردگار کے سایۂ رحمت میں پہنچ چکے ہیں' لیکن اللہ کا دین نہیں مرا' وہ زندہ اور قائم ہے' اور وہ مومن جو اس مستحکم دین کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہیں' انھوں نے اس کے دفاع اور اس کے جھنڈے کو بلند رکھنے کے لیے اپنی تمام مساعی اور سارے مال و دولت کو میدان دعوت و جہاد میں جھونک دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

یہ بات جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کہی' ایک اور مرد مومن۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ۔ نے اس وقت بیان کی تھی جب جنگ احد کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خبر شہادت مشہور ہوئی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ اس ناگہانی خبر سے متاثر ہو کر بعض صحابہ خاموش بیٹھے ہیں۔ یہ مرد مومن ان کی طرف بڑھے اور ان بیٹھے ہوئے صحابہ کو مخاطب ہو کر کہا:

---

[1] البداية والنهاية ٥ / ٢٤٣ باختصار.

”آپ کو یہاں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے؟“

انھوں نے کہا: ”نبی کریم ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں۔“

بولے: ”کھڑے ہو جاؤ‘ اور جس راہ حق میں نبی کریم ﷺ نے اپنی جان قربان کی تم بھی اسی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دو۔“

اللہ ان سے راضی ہو‘ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو محض باتیں بناتے ہیں اور عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ وہ آگے بڑھے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

فرمایا: ”اے سعد بن معاذ! جنت (کی طرف دوڑو)‘ نضر کے رب کی قسم! میں احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ (ان کے بھتیجے) کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر تلوار‘ نیزے اور تیر کے ۸۰ سے زیادہ زخم دیکھے۔ وہ شہید ہو چکے تھے اور ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی مشرکوں نے ان کے ناک اور کان وغیرہ اعضا کاٹ دیے تھے) ان کی لاش کی کوئی شخص شناخت نہیں کر سکا۔ ان کی بہن آئیں تو انھوں نے انگلیوں کی پوریں دیکھ کر انہیں شناخت کیا۔[1]

✲ ✲ ✲

[1] صحیح بخاری ‘ کتاب الجهاد ‘ باب قول الله عزوجل (من المومنين رجال)‘ جزء حدیث نمبر ۲۸۰۵ ‘ ۲۱/۶.

مطلب ۴

اتباع نبی کریم ﷺ کی فرضیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے واقعہ سے ایک بنیادی سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ "تکلیف اور آرام کے ہر موقعے پر مسلمانوں کے لیے نبی ﷺ کی اتباع ضروری ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾[1]

"پیغمبر ﷺ جس چیز کا تمھیں حکم دیں اسے قبول کرو' اور جس چیز سے روکیں' اس سے رک جاؤ۔"

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((مَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا))۔[2]

"جس چیز کا میں تمھیں حکم دوں' وہ سرانجام دو' اور جس سے روکوں' اس سے دامن بچا کر رکھو۔"

اس پر صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

((قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ))۔[3]

---

[1] سورۃ الحشر: آیت ۷.

[2] سنن ابن ماجہ' المقدمہ' باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ – بروایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۱' ۱/ ۵.

[3] صحیح بخاری' کتاب الاحکام' باب کیف یبایع الامام الناس، حدیث نمبر ۷۱۹۹، ۱۳/ ۱۹۲.

''ہم نے نبی ﷺ کی بیعت کی کہ دل چاہے یا نہ چاہے ہر موقعے پر ان کا ارشاد سنیں گے اور اس کی پابندی کریں گے''

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((وَ عُسْرِنَا وَ يُسْرِنَا وَ أَثْرَةٍ عَلَيْنَا)).[1]

''اپنی تنگی اور آسائش کے وقت' اور اس وقت بھی جب وہ (نبی کریم ﷺ) ہمارے مقابلے میں کسی دوسرے کو ترجیح دیں گے (غرض یہ کہ ہر حال میں ان کی اطاعت کریں گے)''

اس واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے قول اور عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے احکام و اوامر پر حالات کے نازک اور خطرناک ہونے کے باوجود نہایت مضبوطی کے ساتھ کاربند تھے۔اس واقعے میں بہت سی باتیں اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں' جن میں چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حالات کے انقلاب و تغیر کے پیش نظر مسلمانوں نے جب ان سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو موخر کرنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے جن الفاظ میں جواب دیا وہ تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ نقش رہیں گے۔فرمایا: ''اس ذات کی قسم' جس کے ہاتھ میں ابو بکر کی جان ہے' اگر مجھے یہ یقین ہو کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے' تب بھی میں اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا۔اس پر اسی طرح عمل ہو گا' جس طرح کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا۔اگرچہ میرے سوا بستی میں کوئی متنفس باقی نہ رہے' پھر بھی میں یہ لشکر روانہ کروں گا۔[2]

(۲) جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کی بنا پر کہ ان کے لشکر کے جہاد روم پر روانہ ہونے کے بعد کہیں مرتد قبائل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور

---

[1] صحيح بخاري' كتاب الفتن' باب قول النبي ﷺ "سترون بعدى اموراً تنكرونها۔" جزء حدیث نمبر ۷۰۵۶، ۵/۱۳.

[2] تاریخ طبری ۳/ ۲۲۵' نیز دیکھئے تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۰-۱۰۱' الکامل ۲/۲۲۶.

اہل مدینہ پر حملہ نہ کر دیں' ان سے مقام جرف سے مدینے واپس آجانے کے لیے عرض کیا تو انھوں نے واپس آنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس عزم صمیم کا اظہار کیا کہ "اگر مجھے کتے اور بھیڑیے بھی اٹھا کر لے جائیں' تب بھی میں نبی کریم ﷺ کے فیصلے سے سرمو انحراف نہیں کروں گا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ موقف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بالکل مطابق تھا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ﴾[1]

"کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو کوئی اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے' یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔"

(۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے اس وقت شدید اصرار کا اظہار فرمایا' جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں انصار کا یہ پیغام لے کر آئے کہ اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو۔ اس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نہایت خفگی سے جواب دیا۔ امام طبری یہ واقعہ حسن بن ابوالحسن بصری سے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "انصار نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں ان کی یہ عرض داشت پہنچا دوں کہ آپ اس لشکر کی امارت کے لیے ایسے شخص کو منتخب فرمائیں جو سن و سال میں اسامہ سے بڑھا ہوا ہو۔"

---

[1] سورۃ الاحزاب : آیت ۳۶.

اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے- یہ الفاظ سن کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! تیری ماں تجھے گم پائے- اس (اسامہؓ) کو رسول اللہ ﷺ نے امیر مقرر فرمایا' اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے امارت سے علیحدہ کر دوں-''[1]

(۴) اسی طرح لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کچھ دور تک ان کے ساتھ جانا اور خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود سوار اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدل چلنا بھی ان کے اتباع نبی کریم ﷺ کے جذبہ پر دلالت کرتا ہے- انہوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح الوداع کیا جس طرح رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت الوداع کیا تھا-[2]

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت درج کی ہے کہ جب انھیں نبی ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپؐ ان کے ساتھ ہی نکلے اور انھیں نصیحتیں فرمائیں- اس وقت حضرت معاذ سوار تھے اور آپؐ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے-[3]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کا مقصد نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنا اور آپ کے طرزِ عمل کو اپنانا تھا-

شیخ احمد البنا نے اس حدیث پر تعلیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوبکر نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کی صغر سنی کے باوجود ان کی عزت و تکریم کی- نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے قبل انھیں اس لشکر کا سربراہ مقرر فرما دیا تھا' لیکن ان کی روانگی کا وقت آپ کی وفات کے بعد آیا- اب ابو بکر رضی اللہ عنہ پیدل ان کے ساتھ چلے اور

---

[1] تاریخ طبری ۳/۲۲۶.   [2] ایضاً ۳/۲۲۶.

[3] الفتح الربانی - ترتیب مسند امام احمد بن حنبل ' ابواب حوادث السنة العاشره' باب بعث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ الی الیمن' ۲۱/۲۱۵.

وہ سوار تھے۔ ان کے اس عمل کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی اقتدا کا جذبہ کار فرما تھا۔ آپ ﷺ معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ان کو روانہ کرتے وقت) پیدل چلے تھے[1]

(۵) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اتباع نبی ﷺ ان کے لشکر اسامہ رضی اللہ کو الوداع کرتے وقت نصیحت کرنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے نصیحت اس لیے فرمائی کیونکہ رسول اللہ ﷺ لشکروں کو روانہ کرتے وقت انھیں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اتباع نبی ﷺ میں صرف جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہیں نصیحت بھی وہ فرمائی جو رسول اللہ ﷺ کی لشکروں کو کی گئی نصائح سے ماخوذ تھی۔

(۶) نبی ﷺ کی اطاعت شعاری کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیفیت اس درجے تک پہنچ چکی تھی کہ لشکر اسامہ کے لیے انھوں نے وہی دعا کی جو نبی کریم ﷺ امت کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے لشکر کو نصیحت کرتے ہوئے آخر میں یہ دعائیہ کلمات کہے۔

((اَفْنَاکُمُ اللّٰہُ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ)).

”اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھاری موت نیزوں اور طاعون سے ہو“

یہ وہ دعا ہے جو نبی ﷺ نے امت کے لیے فرمائی ---- امام احمد بن حنبل“ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی ابو بردہ بن قیس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ اُمَّتِیْ فِیْ سَبِیْلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ)).[2]

”اے میرے اللہ! میری امت کی موت آپ کی راہ میں نیزوں اور طاعون

---

[1] بلوغ الامانی ۲۱ / ۲۱۵.

[2] مسند احمد ۳/۴۳۷، وقال عنہ الحافظ الھیثمی: ”رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر و رجال احمد ثقات“. (مجمع الزوائد ۲/ ۳۱۲).

سے ہو (مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں شہادت کا عظیم شرف نصیب فرمائے۔ واللہ اعلم)"

(۷) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ کے قول و عمل کی خود اقتدا کرنے کو کافی سمجھا بلکہ امیر لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اس میں کسی قسم کی کمی کرنے سے منع فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

((اِصْنَعْ مَا اَمَرَكَ بِهِ نَبِيُّ ﷺ اِبْدَاْ بِبِلاَدِ قُضَاعَةَ ثُمَّ اِيْتِ آبِلَ۔ وَلَا تَقْصُرَنَّ شَيْئًا مِنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)).[1]

"اسی طرح کرو، جس طرح تمھیں نبی ﷺ نے حکم دیا۔ جہاد کا آغاز قضاعہ کی آبادی سے کرو، پھر آبل کی طرف آؤ۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔"

ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

"اسامہؓ! اسی طرف جاؤ جس طرف تمھیں جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر فلسطین کی جانب سے جہاد کا آغاز کرو، جیسا کہ تمھیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، اور اہل موتہ پر حملہ کرو۔ جو کچھ تم نے چھوڑا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے تمھیں کفایت کرے گا۔"[2]

امام ابن اثیر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ "نبی کریم ﷺ نے ان کو جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کریں۔"[3]

❋ ❋ ❋

---

[1] تاریخ طبری ۳/ ۲۲۶.

[2] تاریخ الاسلام، للحافظ ذہبی (عهد الخلفاء الراشدين رضی الله عنهم) ۱۹-۲۰.

[3] الكامل ۲/ ۲۳۷.

مطلب ۵

اتباع نبی کریم ﷺ میں جلدی کرنے کی فرضیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے کے واقعہ سے ہمیں جو سبق حاصل ہوئے' ان میں ایک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع میں جلدی کرنا لازم ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سے دوسرے دن بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کرنے کا حکم جاری کر دیا کہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ شہر سے نکل کر اپنی لشکر گاہ جرف میں پہنچ جائے۔ اس کا مطلب محض یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اسامہ کا جو لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا تھا' اس پر جلدی سے عمل کیا جائے۔ پھر جب ان سے لشکر کو روکنے کے لیے عرض کیا گیا تو اسے ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

((مَا كُنْتُ لَأَسْتَفْتِحَ بِشَيْءٍ أَوْلٰى مِنْ اَنْفَاذِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)).[1]

"میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کے علاوہ کسی بھی اور کام سے (اپنے امور خلافت) کا آغاز کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا:

"اگر میں اپنے معاملات خلافت کی ابتدا نبی ﷺ کے جاری کردہ حکم کے علاوہ کسی اور معاملے سے کروں تو میں یہ پسند کروں گا کہ مجھے پرندے اچک لیں۔[2]

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۰.

[2] طبقات ابن سعد ٤/٦٧.

جو شخص نبی کریم ﷺ کی امت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' اس کا فرض ہے کہ اسی طرح آپ کے احکام کی تنفیذ کے لیے ہر ممکن عجلت سے کام لے۔ آنحضرت ﷺ کے سچے اور حقیقی تابع داروں کی سیرتیں ایسے شواہد سے بھری پڑی ہیں۔ انھی شواہد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرات انصار کا حالت رکوع ہی میں چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دینا۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل میں حضرات صحابہ کا سفر میں ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا۔

(۳) حضرات صحابہ کا ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل میں ہانڈیوں کو ابلتے ہوئے گھریلو گدھوں کے گوشت سمیت انڈیل دینا۔

(۴) حضرات صحابہ کا شراب کے اعلانِ حرمت پر اس کو مدینہ طیبہ کی گلیوں میں بہا دینا۔[1]

(۵) حضرات صحابہ کا حالت نماز میں آنحضرت ﷺ کو جوتے اتارتے دیکھ کر فوراً اپنے جوتے اتار دینا۔

(۶) ایک مسلمان عورت کا آنحضرت ﷺ سے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید سن کر سونے کے دو کنگن فوراً اتار کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دینا۔

(۷) گلی میں چلتی ہوئی عورتوں کے کپڑوں کا آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دیواروں سے رگڑ کھانا۔[2]

✲ ✲ ✲

---

[1] ان واقعات کی تفصیل ملاحظہ ہو: "نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں" ص ٦٣ - ٦٨.

[2] ان واقعات کی تفصیل ملاحظہ ہو: "مرجع سابق ص ٧١ - ٧٤.

مطلب ۶

مسلمانوں کی نصرت و تکریم کا اتباع نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہونا

اس واقعہ سے ہمارے لیے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو زندگی کا نصب العین ٹھہرا لے اور سنت نبویؐ کے ساتھ اپنے آپ کو مضبوطی سے وابستہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا اور اسے عزت و شرف سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب نبی کریم ﷺ کے حکم وارشاد کے مطابق لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا قطعی فیصلہ کر لیا' واقعات و حالات کی تبدیلی' صحابہ کے روکنے اور ان سے اختلاف رائے کے باوصف' وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو عملی شکل دینے پر مصر رہے' اور حضرات صحابہ نے ان کے اس موقف کو قبول کر کے اس کے لیے اپنی تمام مساعی وقف کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی' اُنھیں مال غنیمت سے نوازا' لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا اور انھیں دشمنانِ اسلام کی فریب کاریوں اور شرارتوں سے محفوظ رکھا--- امام ابن جریر طبری نے روایت بیان کی ہے کہ: اسامہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو قضاعہ کے قبیلوں تک پہنچ گئے' جہاں پہنچنے کا ان کو نبی ﷺ نے حکم دیا تھا اور آبل پر حملہ آور ہوئے۔ آمد و رفت کی مدت کے علاوہ وہ چالیس روز میں فارغ ہو گئے اور سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے اور مال غنیمت بھی لائے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ لشکر ان قبائل کے پاس سے گزرتا تھا جو ارتداد کا ارادہ کیے بیٹھے تھے تو ان میں سے ہر قبیلے کے لوگ یہی کہتے

---

[1] تاریخ طبری ۳/۲۲۷' نیز دیکھیے تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم) حافظ ذہبی ص ۲۰.

تھے کہ اگر یہ لوگ طاقت ور نہ ہوتے تو ان (مدینہ طیبہ کے مسلمانوں) کے پاس سے نہ نکلتے لیکن اب ہم ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے' انھیں جانے دیں' یہاں تک کہ یہ رومیوں سے لڑیں۔ چنانچہ یہ گئے' رومیوں سے لڑے' انھیں قتل کیا اور شکست دی اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قبائل اسلام پر ثابت قدم رہے۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "لشکر اسامہ کی اہل روم پر اس درجہ ہیبت طاری ہوئی کہ شاہِ روم ہرقل کو جب ایک ہی وقت میں نبی ﷺ کی وفات اور اس کی سرزمین پر اسامہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی خبر پہنچی تو رومی حیرت زدہ ہو کر پکار اٹھے کہ:

> "یہ کس قسم کے لوگ ہیں' ان کا سربراہ (پیغمبر) وفات پا جاتا ہے اور یہ ہمارے ملک پر حملہ کر رہے ہیں۔"[2]

امام ابن سعد کہتے ہیں کہ: "کوئی ایسا لشکر نہیں دیکھا گیا جو اس لشکر کی طرح ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہا ہوں۔"[3]

اس جیش کی اہمیت کے بارے میں بعض غیر مسلموں نے بھی اظہارِ خیال کیا ہے' چنانچہ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ (مستشرق) تحریر کرتا ہے۔

> "جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے شام کی مہم کے لیے مقرر فرمایا تھا' آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے حدود شام کی طرف روانہ کر دیا۔ بلاد عرب کی مضطرب اور مخدوش حالت کے پیش نظر بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تھا مگر خلیفۂ رسول ﷺ نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا:

---

[1] تاریخ الخلفاء (امام سیوطی) ص ٧٤۔ نیز ملاحظہ ہو: الکامل ٢/٢٢٧

[2] سیر اعلام النبلاء ٢/٥٠٣۔ نیز دیکھئے: تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم) حافظ ذہبی ص ٢٠.

[3] طبقات ابن سعد ٤/ ٦٨.

"میں اس فیصلے کو بدل دوں جو رسول اللہ ﷺ نے صادر فرمایا! (یہ میرے لئے ناممکن ہے) اگر درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں، جب بھی میں نبی ﷺ کے حکم کے مطابق اسامہ کا لشکر ضرور روانہ کروں گا۔[1]

اس کے بعد وہ کہتے ہیں:

"یہ فوجی مہم اس سلسلہ محاربات کی پہلی کڑی تھی جس میں عربوں نے شام، ایران اور شمال افریقہ کو فتح کیا۔ ایران کی قدیم سلطنت کو تہ و بالا کر دیا اور رومیوں سے ان کی سلطنت کے بہترین صوبے چھین لیے۔[2]

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو جو وقار، عزت و نصرت اور مال غنیمت ملا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ سنت الٰہیہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عنایات اور نوازشات فرماتا ہے۔ اللہ رب العزت نے خود فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾﴾[3]

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ تاکہ رحمتِ الٰہی کے مستحق ہو جاؤ۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾﴾[4]

"نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کے رسول کے ارشادات مانو تاکہ تم رحمتِ خداوندی کے سزاوار ہو جاؤ۔"

---

[1] ملاحظہ ہو: دعوت اسلام ص ٥٠.
[2] مرجع سابق ص ٥٠.
[3] سورۃ آل عمران: آیت ١٣٢.
[4] سورۃ نور: آیت ٥٦.

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ جس نے نبی کریم ﷺ کے احکام کی نافرمانی کی اور آپؐ کے فرامین سے روگرداں ہوا' اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب وعذاب کے سپرد کردیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ [1]

''حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا وہ عذاب دردناک سے دوچار ہو جائیں۔''

اسی طرح ناطق وحی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی سنت سے ہٹنے والا ہلاکت کے گڑھے میں جاگرا۔ آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ ' لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا' لَايَزِيْغُ بَعْدِي عَنْهَا اِلَّا هَالِكٌ)) .[2]

''میں نے تم کو ایسی روشنی میں چھوڑا ہے' جس کی رات' اس کے دن کے مانند ہے۔ میرے بعد جو شخص بھی اس سے ٹیڑھی سمت اختیار کرے گا' وہ ہلاک ہو جائے گا۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے واضح فرمادیا کہ: ''جس نے میرے حکم کی مخالفت کی۔اس پر ذلت ورسوائی مسلط کردی گئی۔'' چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((جُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ اَمْرِیْ' وَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ

---

[1] سورۃ نور : آیت ٦٣

[2] کتاب السنة ' باب ذکر قول النبی ﷺ ''ترکتکم علی مثل البیضاء'' و تحذیرھم ایاھم ان یتغیروا عما ترکھم علیه' حدیث نمبر ۴۸' ص ٢٦ ' ٢٧ ۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے ان کی تخریج فی ظلال الجنة فی تخریج السنة (مطبوع مع کتاب السنة) ص ٢٧ .

فَهُوَ مِنْهُمْ))۔[1]

”جس نے میرے حکم کی نافرمانی کی' وہ ذلت ورسوائی کی گرفت میں آ گیا' اور جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی' وہ انہی میں سے گردانا گیا۔“

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکرِ اسامہ کی روانگی سے ہمیں ایک سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عزت ونصرت کا سررشتہ حضور ﷺ کی اطاعت سے جوڑ دیا ہے۔ جس نے آپ کی اطاعت کی وہ نصرت وقوت کا حق دار ٹھہرا' اور جس نے آپ کی نافرمانی کی راہ کو اپنایا وہ ذلت وخواری سے دوچار ہوا۔ اس وقت مشرق ومغرب میں امتِ اسلامیہ جس ذلت ونکبت میں مبتلا ہے' وہ اس کے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے تھے' اس سے امت نے اعراض کیا تو اللہ کی مدد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ فارسی کے شاعر نے کتنی عمدہ بات کہی ہے ۔

تا شعار مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمز حیات از دست رفت

یعنی امت جب نبی کریم ﷺ کی متعین کی ہوئی راہ سے انحراف کر لے تو سمجھ لیجیے کہ اس نے اپنے اسرار زندگی کو گم کر دیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ امتِ اسلامیہ کو نبی کریم ﷺ کی اتباع سے سرفراز فرمائے اور اسے دورِ سابق کی عزت ومجد کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازے۔

اے ہمیشہ زندہ وقائم رہنے والے پروردگار! ہم عاجز ودرماندہ بندوں کی دعا قبول فرما!

❋ ❋ ❋

---

[1] مسند امام احمد جزء حدیث نمبر ۵۱۱۵ ' ۱۲۲/۷۔ شیخ احمد شاکر نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: حاشیہ المسند ۱۲۲/۷)۔

مطلب ۷

نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں

اس واقعہ سے ہمیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں۔ آپؐ کے سوا ہر شخص غلطی بھی کر سکتا ہے اور راہ صواب پر بھی قدم زن ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روکنے کا مطالبہ کر کے غلطی کی تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لشکر کو مدینے کی طرف واپس لے جانے کی درخواست کرنا بھی درست نہ تھا۔ اسی طرح حضرات انصار کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ کہنا بھی قرین صواب نہ تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بجائے کسی زیادہ سن و سال کے شخص کو امیرِ لشکر مقرر کیا جائے۔

اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص نہ وحی کی زبان سے بولتا ہے اور نہ اس کے عمل و حرکت کے لیے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وحی کا تعلق صرف نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہے۔

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾﴾[1]

"اور پیغمبر اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، ان کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہی ہے جو ان پر وحی کی جاتی ہے"

اسی لیے غیر نبی کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سورة النجم : آيات ٣ - ٤.

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾[1]

”ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر دنیا میں بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾[2]

”اور پیغمبر جس چیز کا تمھیں حکم دیں اسے قبول کرو، اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔“

اگر غیر نبی کی اس کے ہر قول و فعل میں غیر مقید اطاعت کی جاتی تو عالم بشریت شدید تکلیف و مشقت سے دوچار ہو جاتا۔ اس بارے میں قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

﴿ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ ٱللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِى كَثِيرٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ ﴾[3]

”اور خوب یاد رکھو کہ اللہ کے رسول (ﷺ) تم میں موجود ہیں۔ اگر بہت سے معاملات میں وہ تمھاری رائے پر عمل کرنے لگیں تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی ان باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جو معصیت سے پاک اور نیکی پر مبنی ہوں۔ ارشاد ہے

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾[4]

---

[1] سورة النساء: آیت ٦٤.

[2] سورة الحشر: آیت ٧.

[3] سورة الحجرات: آیت ٧.

[4] سورة النساء: آیت ٥٩.

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں- پھر اگر کسی معاملے میں باہم جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں لے جاؤ' اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو- اسی میں تمھارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے-"

اس بات کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں فرمائی ہے' ان میں ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ' مَا لم يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ' فَإِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)).[1]

"سمع و اطاعت مسلمان کے لیے ضروری ہے' ہر اس بات میں جسے وہ (ذاتی طور پر) پسند کرے یا ناپسند کرے' جب تک کہ اسے معصیت کے ارتکاب کا حکم نہ دیا جائے- جب معصیت کے ارتکاب کا حکم دیا جائے تو سمع واطاعت کا معاملہ ختم-"

اس موضوع کی احادیث میں ایک اور حدیث وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے درج ہے- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً اَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلاً مِنَ الاَنْصَارِ' وَ اَمَرَهُمْ اَنْ يُطِيْعُوْهُ. فَغَضِبَ عَلَيْهِمْ وَ قَالَ: ((اَلَيْسَ قَدْ اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ؟ قَالُوا: "بَلَى")) — قَالَ: قَدْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَمَّا جَمَعْتُمْ حَطَبًا وَ اَوْقَدْتُمْ نَارًا ثُمَّ دَخَلْتُمْ فِيهَا. فَجَمَعُوا حَطَبًا فَاَوْقَدُوا نَارًا فَلَمَّا هَمُّوا بِالدُّخُوْلِ فَقَامُوا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ:

---

[1] صحيح بخاري' كتاب الاحكام' باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية' رقم الحديث ٤٤/٧١، ١٣/١٢١-١٢٢.

((إِنَّمَا تَبِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِرَارًا مِنَ النَّارِ أَفَنَدْخُلُهَا ؟)) فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ خَمَدَتِ النَّارُ وَ سَكَنَ غَضَبُهُ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ: ((لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا، إِنَّمَا الطَّاعَةُ بِالْمَعْرُوفِ)).[1]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر ارسال فرمایا اور اس پر ایک انصاری صحابی کو امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ اس کی بات مانیں- وہ امیر لشکر کسی معاملے میں ان پر خفا ہو گیا اور کہا کہ: "کیا نبی ﷺ نے حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری بات مانو؟" انھوں نے کہا: "کیوں نہیں-"

امیر کہنے لگا: "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم لکڑیاں اکٹھی کرو اور آگ جلاؤ، پھر اس میں داخل ہو جاؤ-"

انھوں نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی- پھر اس میں داخل ہونے لگے تو کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے- پھر ان میں سے بعض نے کہا کہ: "آگ سے بھاگنے کے لیے تو ہم نے نبی ﷺ کی پیروی کی ہے- کیا اب پھر اس میں داخل ہو جائیں؟"

اسی اثنا میں آگ بجھ گئی اور ادھر امیر کا غصہ بھی فرو ہو گیا-

واپس آنے کے بعد یہ واقعہ نبی ﷺ کی خدمت میں بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے نکل نہ پاتے- امیر کی اطاعت صرف نیک بات میں ہوتی ہے-"

اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی معصوم ہوتا تو اس اعزاز کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو انبیا اور رسولوں کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں- لیکن بیعت عامہ کے بعد انھوں نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں اپنی معصومیت کی نفی فرمادی- حضرات ائمہ ابن حبان، ابن اثیر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة، رقم الحدیث. ۷۱۴۵، ۱۳/۲۲۲.

اور ابن کثیر کے بیان کے مطابق انھوں نے اس خطبے میں بایں الفاظ اعلان کیا-

((اَیُّھَا النَّاسُ! فَاِنِّیْ قَدْ وُلِّیْتُ عَلَیْکُمْ وَ لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ، فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَ اِنْ اَسَأْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ ..... اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَلَا طَاعَۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ)).[1]

"لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنادیا گیا ہے، حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں- یاد رکھو! اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلط راہ پر چلوں تو مجھے درست کردو ...... جب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور جب اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے-"

* * *

---
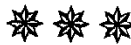
[1] دیکھئے السیرۃ النبویہ واخبار الحلفاء الامام ابن حبان البستی ص ۴۲۳ - ۴۲۴ - الکامل ۲/۲۲۴-۲۲۵ —— البدایۃ والنہایۃ ۶ /۳۰۱ -- مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، باب لا طاعۃ فی معصیۃ روایت نمبر ۲۰۷۰۲، ۱۱/۳۳۶ - صفۃ الصفوہ ۱/۲۶۰-۲۶۱.

مطلب ۸

خلافِ نص اکثریت کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی

بہت سے لوگ کتاب و سنت کے مخالف اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگوں کی اکثریت ان کی رائے کی تائید کرتی ہے۔اس قصے سے ہمیں جو سبق حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک سبق یہ ہے کہ حق وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا خواہ لوگوں کی اکثریت کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم جاری فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حالات میں جو تبدیلی اور تغیر رونما ہو گیا تھا' اس کی بنا پر عام صحابہ رضوان اللہ علیہم کی رائے یہ تھی کہ لشکر نہ بھیجا جائے۔ چنانچہ امام خلیفہ بن خیاط نے ابن اسحاق کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے متعلق فرمایا تو انھوں نے کہا کہ: "قبائل عرب آپ سے باغی ہو چکے ہیں اور آپ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے باعث ان کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔"[1]

امام ابن جریر طبری اور امام ابن حبان بستی نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا:

((فَقَالَ لَهُ النَّاسُ))[2] "ان (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے لوگوں نے کہا"

امام ابن اثیر نے اپنی کتاب میں بایں الفاظ ذکر کیا:

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۰۰.

[2] ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳ /۲۲۵' السیرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء ص ۴۲۷.

((فَقَالَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)).[1]

"لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا"

حافظ ذہبی اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں:

((فَكَلَّمَهُ رِجَالٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ)).[2]

"مہاجرین اور انصار کے لوگوں نے ان (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے (اس بارے میں) بات کی۔"

یاد رہے ان لوگوں کی حیثیت معاشرے کے عام لوگوں کی نہ تھی، بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے، جن کا مرتبہ انبیا علیہم السلام کے بعد روے زمین پر موجود تمام انسانوں میں سب سے بہتر اور بلند تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہیں مانی اور یہ واضح کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کے حکم کے مقابلے میں ان سب کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ان سب کی رائے سے بلند و بالا اور اعلیٰ و افضل ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"میرا اس لشکر کو روکنا جس کے بھیجنے کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا بہت بڑی دلیری کی بات ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اسامہ کے لشکر کو روکنے کی بہ نسبت جسے نبی ﷺ نے روانہ کرنے کا حکم دیا ہے، مجھے یہ پسند ہے کہ تمام قبائل عرب یکجا ہو کر حملہ کر دیں۔ اے اسامہ! اس طرف چل پڑو جس طرف روانہ ہونے کا تمہیں بارگاہِ رسالت سے حکم دیا گیا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق فلسطین کی جانب سے جہاد کا آغاز کرو اور اہل موتہ پر حملہ کرو، جن کو تو چھوڑ کر جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو گا۔"[3]

---

[1] الکامل ۲/۲۲۶.

[2] تاریخ الاسلام (عہد الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم) ص ۲۰.

[3] ایضاً ص ۲۰ - ۲۱.

پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو انصار کا یہ پیغام پہنچایا گیا کہ اس لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو مسترد کر کے اپنے اس فیصلے کو جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں کیا گیا تھا' پختہ تر کر دیا۔ چنانچہ امام طبری حسن بن ابوالحسن بصری سے روایت درج کرتے ہیں کہ: انصار نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لشکر بھیجنے پر مصر ہوں تو ہماری طرف سے انھیں یہ پیغام پہنچایے اور ان سے عرض کیجیے کہ ہماری اس مہم کی امارت کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد فرمایے جو سن و سال میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے بڑھا ہوا ہو۔[1]

امام ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ: انصار کے جو مجاہدین اسامہ کے زیر کمان جا رہے تھے' انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ ہماری طرف سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کیجیے----[2]

اس تجویز کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ردعمل کو امام طبری نے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

((فَوثَبَ أبوبكر رضي الله عنه- وكان جالساً- فأخذ بلحية عمر رضي الله عنه، فقال له: ((ثكلتك أمك و عدمتك يا ابن الخطاب! استعمله رسول الله ﷺ و تأمرني أنْ أنزعه)).[3]

ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے- عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے تجویز سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

"اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے گم پائے- جس شخص کو نبی ﷺ نے امیر فوج بنایا' کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اس منصب سے اسے علیحدہ کر دوں؟"

---

[1] تاریخ طبری ٣/٢٢٦.
[2] الکامل ٢ /٢٢٦.
[3] تاریخ طبری ٣/٢٢٦.

اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر نص کے مقابلے میں اکثریت کی رائے لائق اہمیت ہوتی تو ان ابرار و صالحین کی رائے ہوتی جن کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

((لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَکُوا وَادِیًا وَشِعْبًا لَسَلَکْتُ فِیْ وَادِیْ الْاَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَکُنْتُ اِمْرَءًا مِنَ الْاَنْصَارِ))[1]

"اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا، اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے ہوتا۔"

پھر انصار ہی وہ لوگ ہیں، جن کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْاَنْصَارُ لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا یُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ)).[2]

"انصار سے وہی شخص محبت رکھتا ہے جو مومن ہے، اور وہی شخص ان سے بغض کرتا ہے جو منافق ہے۔ جس نے ان سے محبت کی، وہ اللہ کا محبوب ٹھہرا اور جس نے ان سے بغض کا برتاؤ کیا، وہ اللہ کی بارگاہ میں مبغوض ہوا۔"

لیکن انصار کی رائے کو اس علوِ شان، رفعتِ منزلت اور کثرتِ تعداد کے باوجود، اہمیت حاصل نہ ہوئی کیونکہ وہ نص کے مخالف تھی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"جب سنت ثابت ہو جائے تو اس بنا پر اسے ترک نہیں کیا جا سکتا کہ اسے بعض یا زیادہ یا سب لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔"[3]

یہ حقیقت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے حادثے کے موقعے پر بھی واضح ہوئی جب کہ اکثر صحابہ کا جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، یہ نقطۂ نظر

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ لو لا الهجرة لکنت من الانصار، جزء حدیث نمبر ٣٧٧٩، عن ابی هریرة رضی الله عنه، ٧/١١٢.

[2] ملاحظہ ہو: مرجع سابق، باب حب الانصار من الایمان، حدیث نمبر ٣٧٨٣ عن انس رضی الله عنه، ٧/١١٣.

[3] شرح نووی ٨/٥٦.

تھا کہ نبی کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے[1] اور صحابہ کی کم تعداد کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہی حضرات میں شامل تھے[2] لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اکثریت کے نقطۂ نظر کو لائق التفات نہیں سمجھا بلکہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ بات کو لیا اور اکثریت کے نقطۂ نظر کی غلطی کو واضح فرمایا[3]

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بارے میں اکثریت کے نقطۂ نظر پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اجتہاد میں کم تعداد کی رائے درست اور زیادہ افراد کی رائے غلط ہو سکتی ہے۔ ہمیشہ اکثریت کی رائے کو ترجیح نہیں دی جا سکتی[4]"

مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کے معاملے میں بھی یہی صورت حال پیش آئی۔ زیادہ صحابہ کرام کی رائے یہ تھی' جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے کہ ان کے ساتھ جنگ نہیں کرنی چاہیے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ جنگ کرنی چاہیے۔ اس مسئلے میں اکثریت کی رائے درست نہ تھی[5]

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ بھیجنے کے واقعہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی معاملے میں اکثریت کی تائید' اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں۔ قرآن و سنت کی بہت سی نصوص کے علاوہ بہت سے واقعات بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

---

[1] تاریخ الاسلام از حافظ ذہبی (السیرۃ النبویہ) ص ٥٦٧.
[2] فتح الباری ٨/ ١٤٦.
[3] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا أُدرج فی اکفانہ' جزء حدیث نمبر ١٢٤١ و ١٢٤٢ ، ١١٣/٣.
[4] فتح الباری ١٤٦/٨.
[5] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب الاقتداء بالسنن رسول اللہ ﷺ' حدیث نمبر ٧٢٨٤ و ٧٢٨٥' ٣/ ١٢٥٠- صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الامر بقتال الناس حتّٰی یقول لا الہ الا اللّٰہ... حدیث نمبر ٣٢(٢٠)' ١/ ٥١-٥٢.
نیز دیکھئے: فتوح البلدان بلاذری ص ١٠٣-١٠٤ --- الکامل ٢/ ٢٣١.

مطلب ۹

سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے

اس واقعے سے یہ بات بھی ہمارے علم میں آتی ہے کہ بعض معاملات میں سچے مسلمانوں کے درمیان بھی اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی ان نازک اور سنگین حالات میں روانگی کے سلسلے میں اختلاف رائے پیدا ہوا، حضرت اسامہ کی امارت کے متعلق بھی مختلف رائیں سامنے آئیں۔

اس سے قبل نبی کریم ﷺ کی وفات کے بارے میں اختلاف ابھرا۔ متعدد صحابہ کرام نے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس رائے کا اظہار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی، لیکن صحابہ کی تھوڑی تعداد کی رائے تھی کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سانحہ ارتحال پیش آ چکا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہی حضرات میں شامل تھے[1]

پھر اس معاملے میں بھی اختلاف رونما ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ کیسے منتخب کیا جائے؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ انتقال فرما گئے تو انصار نے کہا:

((مِنَّا اَمِيْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ))

”ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے“

پھر ان کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَمَرَ

---

[1] ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۶۷-۶۸۔

اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ یَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَاَیُّکُمْ تَطِیْبُ نَفْسُهُ اَنْ یَتَقَدَّمَ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ؟))[1]

"اے انصار کی جماعت! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابو بکر کو حکم دیا کہ (نماز میں) لوگوں کی امامت کرے؟ تم میں کون شخص ایسا ہے جو ابو بکر سے آگے بڑھنا پسند کرتا ہے؟"

پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے سلسلے میں صحابہ کرام کی آرا مختلف ہوئیں کہ اسے بصورتِ لحد بنایا جائے یا بصورت شق؟ (یعنی بغلی ہو یا صندوقی؟) چنانچہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ: "لحد اور شق کے مسئلے پر اتنا اختلاف بڑھ گیا کہ اس موضوع پر بلند آواز سے باتیں ہونے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لَا تَصْخَبُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَیًّا وَلَا مَیِّتًا.[2]

"نبی کریم ﷺ کے پاس شور نہ کرو، نہ آپ کی زندگی میں، نہ آپ کی وفات کے بعد"

مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارے میں بھی صحابہ کرام کی آرا مختلف تھیں۔ زیادہ تر صحابہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس رائے کے حامل تھے کہ ان سے قتال نہیں کرنا چاہیے، لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قتال پر مصر تھے، بلکہ انھوں نے اپنے اس عزم کا یہ فرما کر اعلان کر دیا تھا کہ: "جو شخص اونٹ کی وہ مہار دینے سے بھی انکار کرے گا جو وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ادا کرتا تھا، میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔"[3]

---

[1] مسند احمد، جزء حدیث نمبر ۱۳۳، ۱/ ۲۱۳، ۲۱۴، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "اس کی سند حسن ہے۔" فتح الباری ۱۲/ ۱۵۳.

[2] سنن ابن ماجه، ابواب ما جاء فی الجنائز، باب ما جاء فی الشق، حدیث نمبر ۱۵۵۷، ۱/ ۲۸۵، شیخ البانی نے اس حدیث کو "حسن" قرار دیا ہے (صحیح سنن ابن ماجه ۱/ ۲۶۰).

[3] ملاحظہ ہو اس کتاب کا ص ۶۸۔

اسی طرح ہمیں اور بھی بہت سے شواہد ملتے ہیں' جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف مسائل میں متصادم ہوئیں۔ اس اختلاف کی وجہ یا تو یہ ہوئی کہ:

- —— بعض حضرات کی بعض مسائل میں نص تک رسائی ہو گئی' یعنی انھیں کتاب و سنت کے واضح احکام میسر آ گئے اور بعض کو نص معلوم نہ ہو سکی۔
- —— یا کسی صحابی کو کسی مسئلے میں سہو و نسیان ہو گیا۔
- —— یا ضبط و حفظ میں اختلاف رونما ہو گیا۔
- —— یا اس مسئلے کی علت کو سمجھنے میں اختلاف نے راہ پالی۔
- —— یا دلائل کے ظاہری تعارض میں جمع و توافق کے بارے میں رائیں مختلف ہوئیں۔

بہر حال کوئی وجہ بھی ہو' بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہوا' اور اختلاف کا پیدا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

تعجب' افسوس اور تباہی کی بات یہ ہے کہ اختلاف رائے باہمی بغض و نزاع' مقاطعہ و عداوت اور دنگے فساد تک پہنچ جائے یا کوئی شخص اپنی رائے کی غلطی سے آگاہ ہونے کے باوجود اس پر اصرار کرے اور وہ اپنی ضد پر قائم رہے---- دکھ کی بات یہ ہے کہ اختلاف کی یہی ناپسندیدہ صورتِ حال موجودہ دور کے بہت سے مسلمانوں میں موجود ہے۔

❋ ❋ ❋

مطلب ۱۰

باہمی جھگڑے نمٹانے کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے

ہمارے لیے اس واقعے میں افادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ باہمی جھگڑے نپٹانے کے لیے لازماً کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے۔

دیکھیے! لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے میں صحابہ کرام کے مابین رائے کا اختلاف ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کی روانگی کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اختلاف کو نبی کریم ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمٹا دیا۔ انھوں نے اپنے قول اور طرزِ عمل سے یہ واضح کر دیا کہ حالات خواہ کتنے ہی ناز ساز گار ہوں، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قطعاً انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

((لَوْ خَطفَتْنِيْ الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ لَانَفَذْتُهُ كَمَا اَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا أَرُدُّ قَضَاءً قَضىٰ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ وَ لَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرىٰ غَيْرِى لَانَفَذْتُهُ)).[1]

"اگر مجھے کتے اور بھیڑیے اچک لیں تب بھی میں اسے ویسے ہی نافذ کروں گا جیسے اس کے نفاذ کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا، میں کسی اس فیصلے کو رد نہیں کر سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہو۔
اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی باقی نہ رہے تب بھی میں اسے نافذ کر کے رہوں گا۔

[1] الکامل ۲/ ۲۲۶.

اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور اسامہؓ کی بجائے کسی عمر رسیدہ شخص کو اس منصب پر فائز کرنے کا حضرات انصار کا مطالبہ پیش کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فیصلے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اے ابن خطاب تیری ماں تجھے گم کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس منصب پر نامزد کیا اور تم مجھے مشورہ دیتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں''۔[1]

اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی جو قرآن کریم میں بایں الفاظ نازل کیا گیا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾[2]

> ''مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو' اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہوں۔ پھر اگر تم کسی معاملے میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو' اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو' اسی میں تمھارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔''

اسی طرح رسول کریم ﷺ کے دوسرے صحابہ کرام اور اس امت کے سلف صالحین باہمی نزاع کو کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیا کرتے تھے۔

اس کے بہت سے شواہد ملتے ہیں' جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات پر پیدا ہونے والا جھگڑا قرآن حکیم کی طرف رجوع کر

---

[1] تاریخ طبری ۳/ ۲۲۶' نیز دیکھئے الکامل ۲/ ۲۲۶۔
[2] سورۃ النساء: آیت ۵۹۔

کے نمٹایا گیا۔[۱]

(۲) انتخاب خلیفہ کے وقت پیدا ہونے والا جھگڑا نبی کریم ﷺ کے اس طرزِ عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے نمٹایا گیا کہ آپؐ نے اپنی زندگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام مقرر کیا تھا۔[۲]

(۳) حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین حائضہ عورت کے طوافِ وداع کے ساقط ہونے کے سلسلے میں پیدا ہونے والا اختلاف سنت کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمٹایا گیا۔[۳]

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت ابو سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے مابین فوت شدہ شوہر والی خاتون کی عدت کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف سنت کے مطابق نمٹایا گیا۔[۴]

(۵) نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان پیدا ہونے والا تنازعہ سنت کے مطابق نمٹایا گیا۔[۵]

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' کتاب المغازی ' باب مرض النبی ﷺ و وفاته' حدیث نمبر ٤٤٥٤، ١٤٥/٨.

[۲] ملاحظہ ہو : المسند حدیث نمبر ١٣٣ ، ٢١٣/١-٢١٤ ، سنن نسائی' کتاب الامامة' باب ذکر الامامه والجماعة' امامة اهل العلم والفضل ، ٧٤/٢ - ٧٥.

[۳] ملاحظہ ہو : المسند حدیث نمبر ٣٢٥٦ ، ٨٩/٥ ، صحیح مسلم کتاب الحج ' باب وجوب طواف الوداع و سقوطه عن الحائض' حدیث نمبر ٣٨١ (١٣٢٨)، ٩٦٣/٢-٩٦٤.

[۴] ملاحظہ ہو :صحیح بخاری' کتاب التفسیر باب واولات الأحمال أجلهن ان یضعن حملهن' حدیث نمبر ٤٩٠٩، ٦٥٣/٨.
صحیح مسلم' کتاب الطلاق ' باب انقضاء عدة المتوفی عنها زرجها و غیرها بوضع الحمل، حدیث نمبر ٥٧ (١٤٨٥) ، ١١٢٢/٢-١١٢٣.

[۵] ملاحظہ ہو : سنن دارمی' باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیه وسلم و قول غیره عند قوله صلی اللہ علیه وسلم. حدیث نمبر ٤٤٠ ، ٩٥/١.

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کے روانہ کرنے کے واقعہ سے ہمیں ایک سبق یہ حاصل ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں پیدا ہونے والے باہمی نزاع کو نبی کریم ﷺ کے حکم کی طرف لوٹا دیا اور اس پر بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ مضبوطی سے یہی طرزِ عمل اپنائیں۔ باہمی نزاع کو نمٹانے کے لیے دوسرے صحابہ کرامؓ بھی یہی طرزِ عمل اپنایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے' وہی سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

❋ ❋ ❋

مطلب ۱۱

حق کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا

اس واقعہ سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب حق واضح ہو جاتا ہے تو اہل ایمان اس کو مانتے ہوئے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔

لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے اور حضرت اسامہؓ کے امیر لشکر بنائے جانے میں اختلاف پیدا ہوا۔ لیکن جلد ہی اہل ایمان حق کی طرف لوٹ آئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کی روانگی کا حکم دیا تھا اور آپ نے ہی اسامہؓ کو اس لشکر کا امیر نامزد کیا تھا اور امت کے کسی بھی شخص کو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے میں تبدیلی کرنے کا حق حاصل نہیں تو مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہ رہا جو ان کے حکم کے نفاذ میں اختلاف رائے کا اظہار کرے۔

یہ سراپا خیر لوگ بھلا نبی کریم ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیوں نہ کرتے جب کہ انھیں اس بات کا علم تھا کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم آجانے کے بعد کسی کو اس کے خلاف جانے کا اختیار ہی نہیں رہتا۔

جیسا کہ اللہ رب العزت نے بیان فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾﴾[1]

"کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور

---

[1] سورۃ الاحزاب : آیت ۳۶.

اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملے میں اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ کھلی گم راہی میں پڑ گیا۔"

یہی مؤقف صحابہ کرامؓ نے اس وقت اختیار کیا جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا' اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے حق بات واضح کی۔[1]

اسی طرح رسول کریم ﷺ کے انتقال کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار کو متنبہ کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں یہ سن کر انصار کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ اس شخص کی امارت کو بہ دل و جان تسلیم کریں جسے نبی کریم ﷺ نے نماز کا امام متعین کیا تھا۔[2]

امت کے سلف صالحین کا یہی طرزِ عمل رہا کہ جب بھی ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہوا اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا تو فوراً انھوں نے حق کے سامنے گردن جھکا دی اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

اس کے کتنے ہی شواہد ملتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(ا) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چور کا پاؤں کاٹنے کا فیصلہ اس وقت واپس لے لیا جب انھیں یہ بتایا گیا کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری' کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته' حدیث نمبر ٤٤٥٤' ١٤٥/٨.

[2] ملاحظہ ہو: المسند حدیث نمبر ١٣٣ ' ٢١٣/١-٢١٤' سنن نسائی- کتاب الامامة' ذکر الامامة والجماعة' امامة اهل العلم والفضل' ٧٤/٢-٧٥.
حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔(فتح الباری جلد ٢ ص ١٥٣) شیخ احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ المسند ج ١ ص ٢١٣.

[3] دیکھیے میری کتاب: حکم الانکار فی مسائل الخلاف ص ٥٩.

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے زیادہ مہر مقرر کرنے کے بارے میں اپنا فیصلہ اس وقت واپس لے لیا جب انھیں یہ بتایا گیا کہ یہ فیصلہ قرآن کریم کے خلاف ہے[۱]

(۳) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محروم رکھنے کے بارے میں فیصلہ اس وقت واپس لے لیا' جب انھیں یہ پتا چلا کہ ان کا فیصلہ سنت کے خلاف ہے[۲]

(۴) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورت کو رجم کرنے کے سلسلے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا جب انہیں بتلایا گیا کہ ان کا فیصلہ سنت کے خلاف ہے[۳]

(۵) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اپنا فیصلہ واپس لیا جب انھیں بتایا گیا کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے[۴]

(۶) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حائضہ عورت کو طواف وداع کیے بغیر سفر کرنے سے منع کرنے کا جو فیصلہ صادر کیا تھا' انھوں نے اس سے اس وقت رجوع کر لیا جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ سنت کے خلاف ہے[۵]

(۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے محرم کے لیے شکار کا گوشت (جو اس نے خود شکار نہ کیا ہو اور نہ شکار کا حکم دیا ہو) کھانے کے سلسلے میں جواز کی رائے اس وقت ترک کر دی' جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ان کی رائے سنت کے خلاف ہے۔[۶]

(۸) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو آگ میں جلانے کے سلسلے میں اپنی رائے سے رجوع کر لیا جب انھیں پتا چلا کہ ان کی رائے سنت کے

---

۱ واقعہ کی تخریج حکم الانکار فی مسائل الخلاف ص ۵۹ پر ملاحظہ کیجیے۔
۲ " " " " " " " " " " ص ٦٠ " " "
۳ " " " " " " " " " " ص ٦١ " " "
۴ " " " " " " " " " " ص ٦٢ " " "
۵ " " " " " " " " " " ص ٧٤ " " "
۶ " " " " " " " " " " ص ٤٠-٤٤ " "

برعکس ہے[۱]

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا کہ "اگر فجر کا وقت ہو جائے تو جنبی روزہ نہ رکھے" جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ قول سنت کے خلاف ہے[۲]

(۱۰) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے طواف وداع سے پہلے حائضہ عورت کے لیے سفر نہ کرنے کے بارے میں اپنی راے سے اس وقت رجوع کر لیا جب انھیں پتا چلا کہ میری راے سنت سے ہم آہنگ نہیں ہے[۳]

(۱۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے دونوں شامی رکنوں کو چھونے کے سلسلے میں اپنی رائے سے رجوع کر لیا جب انھیں معلوم ہوا کہ ان کا استلام سنت کے برعکس ہے[۴]

(۱۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزمین روم کی طرف حملے کی غرض سے جانے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا جب انھیں یہ پتا چلا کہ یہ فیصلہ سنت کے منافی ہے[۵]

(۱۳) فلسطین کے گورنر عمر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کو سزا دینے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ سنت کے مطابق نہیں ہے[۶]

(۱۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا ایک فیصلہ اس وقت واپس لے لیا جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے منافی ہے[۷]

۱۔ اس واقعہ کی تخریج حکم الإنکار فی مسائل الخلاف ص ۲۵، ۲٦ میں ملاحظہ کیجیے۔

۲۔ دیکھیے واقعہ کی تخریج میری کتاب: "مسؤولية النساء فی الامر بالمعروف و النهی عن المنكر"، ص ۹۲ - ۹۳.

۳۔ اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۷٤ دیکھیے۔

٤۔ قصے کی تخریج میری کتاب "حکم الإنکار فی مسائل الخلاف" ص ۲٦ - ۲۷ دیکھیے۔

۵۔ مرجع سابق ص ٦٦ - ٦۷ میں ملاحظہ کیجیے۔

٦۔ " " " " ص ٦۸ " " " "

۷۔ " " " " ص ٦۸ - ۷۰ " " "

(۱۵) قاضی سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک فیصلہ اس وقت واپس لے لیا جب انھیں معلوم ہوا کہ ان کا فیصلہ رسول کریم ﷺ کے حکم کے منافی ہے[1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے کے سلسلے میں اس سراپا خیر جماعت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے:

آمین یارب العالمین

❋ ❋ ❋

[1] واقعے کی تخریج "حکم الإنکار فی مسائل الخلاف" ص ۷۰، ۷۱ پر دیکھیے۔

مطلب ۱۲

احتساب سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں

اس واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق میں سے ایک سبق یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز ہو، کتنے ہی علم و فضل والا ہو، کتنا ہی عزیز اور قریبی ہو، جب اس کی کوئی بات یا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہو تو وہ احتساب سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ فاروق اعظم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں انصار کا یہ پیغام پہنچانا کہ لشکر کی امارت سے اسامہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے کسی زیادہ عمر رسیدہ شخص کو لشکر کا امیر متعین کر دیا جائے، ایک ایسا عمل تھا جو احتساب کی زد میں آتا تھا اور اس عمل کے کرنے والے کا مرتبہ کسی سے مخفی نہیں تھا اور نہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی شان سے ناواقف تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ بلند مرتبہ شخص تھے جن کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیا کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا۔ میری امت میں اس مرتبے پر اگر کوئی فائز ہے تو وہ عمر ہے [۱]"

رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب کبھی کسی راستے پر شیطان کا تجھ سے سامنا ہوتا ہے تو وہ دوسرا راستہ اختیار کر

---

[۱] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب عمر بن خطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۳۶۸۹، ۷/۴۲۔

لیتا ہے[1]"

اور ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"میرے بعد اگر کسی نے نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر ہوتے[2]"

ان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ہمیں لوگوں میں عزت ملی[3]"

مزید براں حضرت عمر بن خطاب کو حضرت ابو بکر صدیق کے وزیر اور دست راست کی حیثیت حاصل تھی، لیکن یہ بلند و بالا مقام و مرتبہ فاروق اعظم کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے احتساب سے نہ بچا سکا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار کا مذکورہ بالا یہ پیغام پہنچانے کی بنا پر ان کا احتساب کیا۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت فاروق اعظمؓ نے جب یہ اعلان کیا کہ نبی کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کا محاسبہ کیا بلکہ ان کے موقف کے خلاف برملا اعلان کیا اور ان لوگوں پر کڑی تنقید کی جنھوں نے یہ رائے اختیار کر لی تھی[4]

اسی طرح جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تو انھوں نے ایسا مشورہ دینے پر ان کی سرزنش کی[5]

---

[1] یہ روایت بخاری شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے، جزء حدیث نمبر ۳۶۸۳، ۷/۴۱.

[2] یہ روایت جامع ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ دیکھئے ابواب المناقب، حدیث نمبر ۳۶۸۳، ۷/۴۱۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (سنن ترمذی ۳/۲۰۴).

[3] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی العدوي رضی الله عنه، حدیث نمبر ۳۶۸۴، ۴/۴۱.

[4] دیکھئے مرجع سابق: کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته، حدیث نمبر ۴۴۵۴، ۸/۱۴۵.

[5] دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر صدیق، الفصل الثالث، حدیث نمبر ۶۰۲۵، ۳/۱۷۰۰-۱۷۰۱. نیز دیکھئے: مرقاة المصابیح ۱۰/۳۸۴.

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل اسلامی حکم کے عین مطابق تھا- جو نہی اہل ایمان کوئی غلط بات یا کام دیکھیں حسب استطاعت اس کا راستہ روکنے کے لیے کوشاں ہو جائیں خواہ وہ غلط بات یا کام اہل علم و فضل سے سرزد ہو یا عوام الناس سے' کسی محبوب نظر رشتہ دار سے اس کا ارتکاب ہو یا کسی دشمن سے- امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ رَأى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)).[1]

"تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے روکے' اگر اس کی طاقت بھی نہ پائے تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے' اور یہ کمزور ترین ایمان ہے-"

یاد رہے کسی عالم کا علم اور کسی فاضل شخصیت کا فضل و شرف اسے احتساب سے بچا نہیں سکے گا' جب کہ اس کی بات یا عمل قابل احتساب ہو-

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے:

"ایک شخص کے لیے اس بات کے مستحب ہونے کا بیان کہ وہ دین و دنیا کے اعتبار سے اپنے سے بڑے یا برابر یا چھوٹے کو نیکی کا حکم دے بشرطیکہ اس کا ارادہ نصیحت کرنے کا ہو' نہ کہ عار دلانے کا-[2]"

اسی طرح کسی رشتہ دار کی قرابت اس سے سرزد ہونے والی برائی کے خلاف

---

[1] صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب کون النهی عن المنکر من الایمان' حدیث نمبر ٤٨ (٤٩)، ٦٩/١.

[2] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان' کتاب البر والاحسان' باب الصدق والامر بالمعروف و النهی عن المنکر، ٥٢١/١.

آواز بلند کرنے سے نہ روکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ﴾[1]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کی غرض سے مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ۔''

بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ اس آیت کا لب لباب یہ ہے کہ یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب اور انصاف پر کاربند ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ انصاف کی بنیاد پر گواہی دینا' انصاف کے مطابق حکم نافذ کرنا' انصاف کے ساتھ فتویٰ دینا' حق بات کہنے کے شرعی فریضہ کو کسی دشمن یا دوست کی وجہ سے نہ چھوڑنا' اور خواہشات کی پیروی کا ناجائز ہونا' یہ سب باتیں اس آیت کے ضمن میں آئی ہیں۔''[2]

صحابہ کرامؓ کی جانب سے اس بات کا اہتمام کرنے پر بہت سے شواہد ملتے ہیں انہی میں سے سابقہ مطلب میں بیان کردہ شواہد ہیں جن سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جب کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات سرزد ہوئی تو ان کا احتساب کیا گیا۔ ان معزز شخصیات کو ان کے بلند مرتبہ یا ان کی عزت و توقیر کے باوجود احتساب کے بغیر چھوڑا نہیں گیا۔

ان کے مبارک دور میں وہ کیفیت نہ تھی جس کا ہم اس دور میں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اگر معروف کا تارک اور برائی کا مرتکب عوام الناس سے ہو تو اس کا سخت احتساب کیا جاتا ہے۔ لیکن کلیدی عہدوں پر فائز یا قریبی رشتہ دار یا دوست احباب منکرات کا ارتکاب کریں تو انھیں کچھ نہیں کہا جاتا۔ ان کے مواخذے اور احتساب کے سلسلے میں انتہائی سرد مہری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

---

[1] سورۃ المائدہ : آیت ۸.

[2] منقول از تفسیر القاسمی ۶/ ۱۱۷.

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

و عین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما أن عین السخط تبدی المساویا

خوش نودی کی آنکھ ہر عیب سے کند ہوتی ہے جب کہ ناراضی کی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں سے نہ کرے، ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو انصاف پر قائم تھے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے تھے، خواہ اس کی زد ان کی اپنی ذات، والدین یا قریبی رشتہ داروں پر کیوں نہ پڑتی ہو۔

آمین یارب العالمین

تنبیہ:

اس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اکابر اور بلند مرتبہ شخصیات کا جیسے کوئی چاہے احتساب کرتا پھرے، اس کے بھی آداب ہیں جو احتساب کے وقت ملحوظِ خاطر رکھے جائیں گے۔ ان آداب کا تذکرہ احتساب کے ماہرین علماء نے کتاب و سنت کی روشنی میں کیا ہے۔

❋ ❋ ❋

مطلب ۱۴

بعض اوقات احتساب میں سختی سے کام لینا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تمام حالات میں احتساب کرتے وقت نرمی اختیار کی جائے۔ لیکن یہ رائے درست نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ احتساب کرتے وقت اصولی طور پر لطف و کرم اور نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ لیکن بعض اوقات حالات سختی اور ترشی اختیار کرنے کے متقاضی ہوتے ہیں۔

ان حالات میں ایک صورت یہ ہے کہ اگر خلافِ شرع کوئی حرکت کسی ایسے شخص سے سرزد ہو جس سے اس کے علم و فضل کی بنا پر توقع نہ کی جاتی ہو تو اس کا احتساب سختی سے کیا جاتا ہے[1]

احتساب کے متعلق یہ قاعدہ اور اصول اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کی امارت سے معزول کر کے کسی اور عمر رسیدہ شخص کو امیر لشکر بنانے کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تجویز پیش کی تو صدیق اکبر نے فاروق اعظم پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور بڑی سختی سے ان کا محاسبہ کیا:

تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ:

”حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے' یک دم اچھلے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر ان سے کہا: ”ابن خطاب تیری ماں تجھے گم پائے' رسول اللہ ﷺ نے اسے

---

[1] اس موضوع کی تفصیل کے لیے میری کتاب ”من صفات الداعیة: اللین والرفق“ کے صفحہ ۳۴ – ۵۸ ملاحظہ فرمائیے۔

امیر مقرر کیا اور تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں[۱]۔"

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت بھی سختی سے پیش آئے تھے جب انھوں نے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ نرم سلوک روا رکھنے کی تجویز پیش کی تھی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے انھیں یہ توقع نہ تھی- کیونکہ دینی معاملات میں وہ خود شدید رویہ اختیار کرنے میں مشہور تھے - حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا: "زمانۂ جاہلیت میں سخت اور اسلام میں انتہائی نرم' حالانکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے' کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کر دی جائے گی[۲]۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایسے شخص کے متعلق احتساب میں سخت رویہ اختیار کرنا جس سے غلطی سرزد ہونے کی توقع نہ تھی' رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی بنا پر تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر اس شخص کے لئے نمونہ بنایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کی امید رکھتا اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے-

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ایسے شواہد کثرت سے موجود ہیں کہ جب ایسے اشخاص نے غلطی کی جن سے غلطی کی توقع نہ تھی تو آنحضرت ﷺ نے ان کا سختی سے محاسبہ فرمایا- اور ایسے ہی شواہد میں سے چند درج ذیل ہیں:

(ا) امام ابوداؤد نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ میں رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آیا' میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے' انھوں نے میرے ہاتھ پر زعفران لیپ کر دیا' صبح کے وقت میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور سلام عرض کی- آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں

---

[۱] تاریخ طبری ۲۲۶/۳.

[۲] دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ ، الفصل الثالث' روایت نمبر ۶۰۲۵ ، ۱۷۰۰/۳ - ۱۷۰۱.

دیااور نہ مجھے خوش آمدید کہا بلکہ فرمایا:

"جاؤ یہ دھوڈالو"

میں گیا' اسے دھویا' پھر آیا' سلام عرض کی- آپ نے میرے سلام کا جواب دیا' مجھے خوش آمدید کہا اور ارشاد فرمایا:

فرشتے کافر کے جنازے میں خیر کا پیغام نہیں لاتے اور نہ ایسے شخص کے پاس آتے ہیں جس نے زعفران مل رکھا ہو یا وہ جنبی ہو-"

البتہ جنبی کے لیے یہ رخصت دی کہ جب وہ سوئے یا کھائے پیئے تو وضو کر لے[1]"

(۲) امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے- وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے اوپر دو زرد رنگ کی چادریں دیکھیں تو فرمایا:

"کیا تیری ماں نے تجھے یہ پہننے کا حکم دیا ہے؟"

میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا انھیں دھو ڈالوں؟"

فرمایا: "بلکہ ان کو جلا ڈالو"[2]

(۳) امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے- انھوں نے فرمایا: "رسول کریم ﷺ ایک روز ہمارے پاس تشریف لائے' اس وقت ہم مسئلہ تقدیر پر جھگڑ رہے تھے- آپ ناراض ہوئے' آپ کا چہرہ مبارک اس طرح سرخ تھا جیسے آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو- پھر ارشاد فرمایا: "کیا

---

[1] سنن ابی داؤد (المطبوع مع عون المعبود)' کتاب الترجل' باب فی الخلوق للرجال' حدیث نمبر ٤١٧٠' ١١/١٥٥- شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد ٢/٧٨٨).

[2] صحیح مسلم ، کتاب اللباس والزینة ، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر' حدیث نمبر ٢٨ (٢٠٧٧)' ٣/١٦٤٧.

تمہیں اسی بات حکم دیا گیا ہے یا اسی لیے مجھے تمھاری طرف بھیجا گیا ہے؟ تم سے پہلے لوگوں نے جب اس مسئلے میں جھگڑا کیا تو تباہ ہو گئے۔ میں تم پر یہ لازم قرار دیتا ہوں کہ اس سلسلے میں آئندہ جھگڑنا نہیں ہوگا۔''[۱]

ان تین شواہد میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے احتساب کرتے وقت سخت رویہ اختیار کیا۔ عمار بن یاسرؓ کے سلام کا آپ نے جواب نہیں دیا اور نہ خوش آمدید کہا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو زرد رنگ کے دو کپڑے جلانے کا حکم دیا، صحابہ کرامؓ کو جب تقدیر کے مسئلے میں جھگڑتے دیکھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے آپ کے رخساروں پر سرخ انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ ان حضرات کا احتساب کرتے ہوئے سخت رویہ --- واللہ تعالیٰ اعلم --- اس لیے اختیار کیا گیا کہ ان سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ ایسی غلطیوں کا ارتکاب کریں گے۔ یہ تو وہ سعادت مند ابرار و صلحا تھے کہ خود رسول کریم ﷺ نے ان کی تربیت اور تزکیہ کیا تھا۔

ان تین شواہد کے علاوہ بھی ایسے شواہد ملتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے احتساب کے وقت سخت رویہ اختیار کیا، خاص طور پر ایسے اشخاص کے خلاف جن سے خلاف توقع شریعت کی خلاف ورزی ہوئی۔ ان میں سے بعض کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جا رہا ہے:

(۱) نبی کریم ﷺ کا فاروق اعظمؓ کو اس وقت ڈانٹ پلانا جب کہ انھوں نے اپنے باپ کی قسم کھائی تھی۔[۲]

(۲) نبی کریم ﷺ کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت ناراضی کا اظہار

---

[۱] جامع ترمذی المطبوع مع تحفة الأحوذی، أبواب القدر، باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، حدیث نمبر ۲۲۱۶، ۶/۲۷۹۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: صحیح سنن الترمذی، ۲/۲۲۳)۔

[۲] دیکھیے میری کتاب ''الحسبة فی العصر النبوي و عصر الخلفاء والراشدین رضی اللہ عنہم'' ص ۱۲۔

کرنا جب وہ تورات پڑھنے میں مشغول تھے[1]

(۳) نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سختی سے احتساب کرنا جب آپ نے ان کے حجرے میں تصویروں والا تکیہ دیکھا تھا[2]

(۴) نبی کریم ﷺ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس وقت ڈانٹ پلانا جب کہ انھوں نے مقتدیوں کا خیال نہ رکھتے ہوئے نماز لمبی کر دی تھی[3]

(۵) نبی کریم ﷺ کا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر سختی سے تنبیہ فرمانا جب انھوں نے اپنے غلام کو برا بھلا کہا تھا[4]

(۶) نبی کریم ﷺ کا اس شخص سے ناراض ہونا جس نے گم شدہ اونٹ کو پکڑنے کے بارے میں سوال کیا تھا[5]

(۷) نبی کریم ﷺ کا اس شخص کے بارے میں "ویلك" (تجھ پر افسوس) کے الفاظ استعمال کرنا، جس نے چوپائے پر سوار ہونے میں آپ کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کی تھی۔[6]

(۸) نبی کریم ﷺ کا اس شخص پر سختی کرنا جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی[7]

(۹) نبی کریم ﷺ کا ان صحابہ کرام پر نکیر کرتے ہوئے بلند آواز سے بولنا جنھوں نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا[8]

---

[1] دیکھیے میری کتاب "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۳.
[2] " " " "الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنهم" ص ۶ - ۷.
[3] " " "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۱.
[4] " " " " "الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنهم" ص ۹ - ۱۰.
[5] " " "من صفات الداعية اللين والرفق" ص ۵۱.
[6] دیکھیے مرجع سابق ص ۵۲.
[7] دیکھیے مرجع سابق ص ۵۳.
[8] دیکھیے میری کتاب: "الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنهم" ص ۱۱.

مطلب ۱۴

دعوت کے مطابق عمل کا اہتمام کرنا

اس واقعہ میں ہمارے لیے ایک سبق یہ ہے کہ دین کی دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عمل اس کی دعوت کے مطابق ہو۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر برقرار رکھنے پر اصرار کیا تو انھوں نے ان کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے اعتراف کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔ اس طرزِ عمل کا مظاہرہ ان کی جانب سے دو مرتبہ کیا گیا۔

آیئے تاریخ کے جھروکے سے دیکھیں---- تاریخ طبری میں ہے کہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے باہر ان (لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے اور لشکر کو الوداع کرنے کی غرض سے اس کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت سوار تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ تھامے جا رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ''اللہ تعالیٰ کی قسم! یا آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آتا ہوں۔''

خلیفۂ وقت نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! نہ تم سواری سے نیچے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ کچھ دیر کے لیے اللہ کی راہ میں میرے قدم غبار آلود ہونے میں میرا کیا بگڑتا ہے۔''

غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلے سات سو نیکیاں اس کے حق میں لکھ

دی جاتی ہیں' اس کے سات سو درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں اور سات سو خطائیں مٹا دی جاتی ہیں۔"

جب بات ختم کی تو ارشاد فرمایا:

"اگر مناسب سمجھو تو عمر بن الخطاب کو میرے پاس رہنے دو۔"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔[1]

اس اقتباس سے ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں!

(ا) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پیدل چلے' جب کہ وہ سوار تھے اور ان کی عمر بیس یا اٹھارہ سال تھی' اور حضرت ابو بکرؓ ساٹھ سال سے تجاوز کر چکے تھے۔

ان کا امتیاز صرف یہی نہ تھا' بلکہ غارِ ثور میں وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھی' آپؐ کے حبیب' وزیر اور آپؐ کے بعد آپ کے جانشین تھے اور رسول کریم ﷺ کے بعد پوری امت میں افضل ترین شخصیت کے مالک تھے۔

انھوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پیدل چلنے اور انھیں سواری پر بدستور سوار رہنے پر اصرار کیا۔ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ یا آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں نیچے اتر جاؤں گا' تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں تجویزیں مسترد کر دی تھیں۔ یہ طرزِ عمل اختیار کرنے میں لشکر اسامہؓ کے لیے یہ پیغام تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا جائے اور اپنے سینوں سے ہر قسم کی تنگی اور کدورت کو نکال دیا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے گویا کہ لشکر کو زبان حال سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔

"مسلمانو! دیکھو میں ابو بکر ہوں' رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہونے کے باوجود

---

[1] تاریخ طبری ۲۲۶/۳۔

اسامہ کے ہمراہ پیدل چل رہا ہوں اور یہ سوار ہیں- یہ اس کے امیر لشکر ہونے کا عملاً اقرار ہے کیونکہ اسے ہمارے امام اعظم' قائد اعلیٰ رسول کریم ﷺ نے امیر لشکر نامزد کیا تھا' تم اس کی امارت کو ہدف تنقید بنانے کی کس طرح جرأت کرتے ہو؟"

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دلی طور پر چاہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں ان کے تعاون کے لیے موجود رہیں اور لشکر کے ساتھ نہ جائیں' اس کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہؓ کو حکم نہیں دیا بلکہ ان سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت عمر کو میرے تعاون کے لیے یہاں رہنے دیں- یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت اسامہؓ کے امیر لشکر ہونے کا دوسرا عملی اعتراف تھا اور لشکر کے نام یہ پیغام تھا کہ تم پر بھی ان کی اطاعت اور ان کی امارت کا اعتراف لازمی ہے-

اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت کو عمل کے ساتھ وابستہ کر کے پیش کرنے کا اہتمام کیا اور اسی بات کا حکم اسلام نے دیا ہے-

اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو جھنجھوڑا ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ أَتَأْمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾[1]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو' کیا تمہیں عقل نہیں؟"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے طرزِ عمل کو ناپسند فرمایا جو کہنے کے مطابق عمل نہیں کرتے-

---

[1] سورة البقرة : آيت ٤٤.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٣ ﴾[1]

"اے ایمان والو! تم وہ کہتے کیوں ہو جو خود نہیں کرتے۔ اللہ کے ہاں بڑی ناراضی کا سبب ہے کہ تم وہ کہو جو خود کرتے نہیں ہو"

نبی کریم ﷺ نے بھی اس شخص کا برا انجام بیان کیا ہے جس کا عمل اس کے قول کے مطابق نہ ہو۔ امام بخاریؒ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

"ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسے وہاں یوں پیسا جائے گا جیسے گدھا چکی پیستا ہے۔ جہنمی اس کے ارد گرد گھیرا ڈال لیں گے اور کہیں گے:

"ارے فلاں! کیا تو نیکی کا حکم دیتا اور برائیوں سے روکا نہیں کرتا تھا؟"

وہ کہے گا: "ہاں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا لیکن خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔"[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت کو عمل کے مطابق پیش کرنے کا جو اہتمام کیا وہ رسول کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کیا تھا۔ رسول کریم ﷺ قول و فعل کی مطابقت کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ سیرت مطہرہ میں اس کے بہت سے شواہد ملتے ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے اپنی سونے کی انگوٹھی کو پھینکتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں اسے ہرگز کبھی بھی

---

[1] سورۃ الصف : آیات ۲ - ۳.

[2] صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، حدیث نمبر ۷۰۹۸، ۱۳/۴۸.

نہیں پہنوں گا"

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے سونے کی انگوٹھی پہنی"

پھر اسے پھینک دیا اور فرمایا:

"میں اسے ہرگز کبھی بھی نہیں پہنوں گا"

لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں[1]

(۲) غزوۂ حنین کے بعد جب بنو ہوازن کا وفد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ مسلمان ان کے قیدی واپس کر دیں تو سب سے پہلے جو قیدی آپ کے اور بنی ہاشم کے قبضے میں تھے، انھیں واپس لوٹانے کا اعلان کیا، پھر عام مسلمانوں کو قیدی لوٹانے کی ترغیب دلائی۔

امام بخاریؒ نے مروان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے، اللہ کی تعریف بیان کی، پھر ارشاد فرمایا:

"تمھارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر حاضر ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ میں ان کے قیدی واپس لوٹا دوں۔ جو شخص تم میں سے بغیر معاوضہ لیے بطیّب خاطر انھیں قیدی واپس کرنا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ ایسا کرے اور جو تم میں سے یہ پسند کرتا ہے کہ ہم اسے اولین حاصل ہونے والے مالِ غنیمت میں سے معاوضہ دیں تو اسے ایسا کرنے کی بھی اجازت ہے۔"

لوگوں نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ ہم برضا و رغبت بغیر کوئی معاوضہ وصول کیے انھیں آزاد کرتے ہیں۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بافعال النبی ﷺ حدیث نمبر ۷۲۹۸، ۲۷۴/۱۳.

[2] مرجع سابق ۔کتاب المغازی، باب قول اللّٰہ تعالیٰ "وَ یَوم حنینٍ۔" جزء حدیث نمبر ۴۳۱۸ و حدیث نمبر ۴۳۱۹، ۳۲/۸-۳۳.

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بنی ہاشم کے قبضے میں جو قیدی تھے، میں نے انھیں بھی بنو ہوازن کی طرف لوٹا دیا ہے[1]"

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ مہاجرین نے کہا:

"جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے"

انصار نے بھی ایسے ہی کہا۔[2]

(۳) رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر وادیٔ عرنہ میں جاہلیت کے تمام افعال، طے شدہ غیر شرعی تجارتی معاملات اور خون بہا کو کالعدم قرار دینے کا جب تاریخی اعلان کیا تو ان کے کالعدم کیے جانے کی ابتدا اپنے قریبی رشتہ داروں سے متعلق معاملات سے کی۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "نبی کریم ﷺ وادیٔ عرنہ میں تشریف لائے، لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا: "تمھارے خون اور مال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ ان کی حرمت اسی طرح ہے جس طرح آج کے تمہارے اس دن کی، تمہارے اس مہینے، اور تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔

، امور جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے رکھ دی گئی ہے۔ دورِ جاہلیت کے خون بہا کالعدم قرار دیئے گئے ہیں۔

ہمارے مقتولین میں سے پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا ہے جو قبیلہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔[3]

دورِ جاہلیت کا سود کالعدم ہو چکا ہے پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ آج سے یہ سب ختم ہے۔[4]

---

[1] فتح الباری ۳۳/۸ - [2] ایضاً ۳۳/۸۔

[3] "ابن ربیعہ بن حارث" میں جس حارث کا تذکرہ ہے وہ عبد المطلب کا بیٹا ہے۔(ملاحظہ ہو: شرح نووی ۱۸۲/۸)

[4] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جزء حدیث نمبر ۱۴۷ (۱۲۱۸)، ۸۸۶/۲-۸۸۷۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ((ألا کل شیء ..... فانه موضوع کله)) پر تعلیقات کے ضمن میں لکھا ہے' کہ:

"(آنحضرت ﷺ کے) اس فرمان سے زمانۂ جاہلیت کے وہ تمام افعال اور سودے باطل قرار پاتے ہیں جن کے تحت ابھی قبضہ نہ لیا گیا تھا" اسی طرح دورِ جاہلیت کے قتل کا قصاص بھی نہیں ہو گا:

امام نووی مزید فرماتے ہیں:

"امام وقت یا وہ شخص جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا ہو' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات اور اہل خانہ سے ابتدا کرے۔ اس سے اس کی بات پر عمل کیے جانے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔"[1]

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے واقعہ میں ایک سبق یہ ہے کہ انہوں نے اپنی دعوت اور عمل میں مطابقت کا خاص خیال رکھا۔ انھوں نے اس معاملے میں رسول کریم ﷺ کی سنت پر عمل کا حق ادا کر دیا۔

---

[1] شرح نووی ۱۸۲/۸۔

مطلب ۱۵
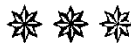
خدمتِ اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار

اس واقعہ میں خدمتِ اسلام کی خاطر نوجوانوں کے عظیم الشان کردار کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جہاد کے لیے جو لشکر تیار فرمایا اس کا امیر نوجوان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو نامزد فرمایا جن کی عمر اس وقت صرف بیس سال تھی، بعض روایات کے مطابق صرف اٹھارہ سال تھی، اور رومیوں کی قوت وہیبت کا یہ عالم تھا کہ عام لوگوں کی نظر میں وہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھے۔

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی تنقید کے باوجود اس نوجوان کو امارت کے منصب پر برقرار رکھا اور یہ امیر لشکر اللہ کے فضل وکرم سے اس مہم میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا جو اس کے سپرد کی گئی تھی۔

اس طرح اس واقعہ میں نوجوانوں کے نام یہ ایک پیغام ہے کہ وہ خدمتِ اسلام کے لیے اپنے مرتبہ ومقام کو پہنچانیں۔

اگر ہم مکی اور مدنی دور کی دعوتِ اسلامی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں بہت سے ایسے شواہد ملیں گے کہ مسلمان نوجوانوں نے قرآن وسنت کی خدمت، اسلامی حکومت کے نظم ونسق کے چلانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے سلسلے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

کتابت وحی:

مثال کے طور پر وحی کی کتابت کا فریضہ سرانجام دینے والے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کو دیکھیے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۳۴ سال کی تھی[1] حضرت زید بن ثابتؓ کی عمر ۲۲ سال تھی[2] اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی عمر ۲۸ سال تھی[3]

قرآن کریم میں مہارت و دسترس:

جن حضرات نے قرآن کریم میں مہارت حاصل کی اور معلم اعظم ﷺ کی جانب سے قرآن حکیم کی تدریس کے استاذ ہونے کی سند حاصل کی' ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابو حذیفہ کے غلام حضرت سالم' حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے نام آتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم چار اشخاص سے پڑھو! وہ ہیں عبداللہ بن مسعود' سالم مولیٰ ابی حذیفہ' ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔[4]

مذکورہ چار حضرات سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی تخصیص پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی وضاحت کرتے ہیں۔

''ان چار صحابہؓ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں تخصیص

---

[1] تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: کہ حضرت علی ۴۰ ہجری کو ماہِ رمضان میں فوت ہوئے' اور راجح بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی (ص ٦ ٤ ٢)۔اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ۳۴ سال بنتی ہے۔

[2] سیر اعلام النبلاء ۲/ ۴۲۱ - ۴۲۸ ۔ملاحظہ کیجیے: اس میں مذکور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا' اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔اس اعتبار سے وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ۲۲ سال کے تھے۔

[3] مرجع سابق ۳/۱٦٢ دیکھئے' اس میں مرقوم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ٦۰ ہجری کے ماہِ رجب میں فوت ہوئے۔ان کی عمر ۷۷ سال تھی' اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر ۱۷ سال اور آنحضرت ﷺ کے انتقال کے وقت ۲۸ سال تھی۔

[4] صحیح بخاری' کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ ، ۷/۱۰۲ .

اس لیے کی گئی کہ انھیں قرآن مجید کے علم پر بہت زیادہ دسترس حاصل تھی' اس کی ادائیگی میں ان کا طریق کار بڑا مضبوط تھا یا اس لیے کہ انھوں نے رسول کریم ﷺ سے براہ راست قرآن کریم پڑھنے کے لیے دیگر کام چھوڑ کر پورا وقت دیا تھا اور پھر اس کی تعلیم میں نمایاں کردار ادا کیا- اس لیے رسول کریم ﷺ نے ان سے قرآن حکیم کا علم حاصل کرنے کا خاص طور پر حکم دیا- اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دیگر صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم کو جمع نہ کیا تھا-[1]"

رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عمر انتالیس ۳۹ سال تھی-[2] ان کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "جسے یہ پسند ہے کہ وہ قرآن حکیم اس انداز سے ترو تازہ پڑھے جیسے وہ نازل ہوا ہے' تو وہ ابن ام عبد کا اندازِ قرأت اختیار کرے-"[3]

ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی عمر رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت اکتیس ۳۱ سال تھی-[4]

سنت مطہرہ کی روایت:

سنت مطہرہ کی خدمت کے سلسلے میں جن صحابہ کرامؓ نے شہرت حاصل کی اور سب سے زیادہ احادیث روایت کیں ان کی تعداد چھ ہے اور وہ ہیں: حضرت ابو ہریرہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت انس بن مالک' حضرت عائشہ صدیقہ' حضرت

[1] فتح الباری ۷/۱۰۲.

[2] وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ۳۲ ہجری میں ساٹھ سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے (ملاحظہ ہو فتح الباری: ۷/۱۰۳) اس حساب سے ہجرت کے وقت ان کی عمر ۲۸ سال کے لگ بھگ تھی اور نبی ﷺ کی وفات کے وقت انتالیس برس کی ہوئی-

[3] بروایت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ 'مسند امام احمد ۶/۱۲۸، ۱۲۹- شیخ احمد محمد شاکر نے اسے صحیح السند قرار دیا ہے- (حاشیہ مسند احمد از احمد شاکر ۶/۱۲۸).

[4] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ۱۷ یا ۱۸ ہجری کو اڑتیس برس کی عمر میں فوت ہوئے- ملاحظہ ہو: (سیر اعلام النبلاء ۱/۴۶۱) اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر اکتیس برس کے قریب تھی (دیکھیے: تقریب التہذیب ص ۳۴۰).

عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت علی الترتیب ان کی عمریں یہ تھیں۔

(۱)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۲	سال [۱]
(۲)	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۲۲	" [۲]
(۳)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۰	" [۳]
(۴)	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۸	" [۴]

[۱] تقریب التھذیب میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۵۷یا۵۸یا۵۹ ہجری میں اٹھتر سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ اگر پہلی تاریخ یعنی ۵۷ ہجری کو سال وفات تسلیم کیا جائے تو ہجرت کے وقت ان کی عمر اکیس سال اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بتیس سال بنتی ہے۔ ان سے پانچ ہزار تین سو چہتر احادیث مروی ہیں: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء : ۲ /۶۳۲).

[۲] تقریب التھذیب (ص ۱۸۲) میں ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کم سن قرار دیا گیا تھا، اس وقت ان کی عمر صرف چودہ سال تھی، غزوۂ احد ۳ ہجری میں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر بائیس سال تھی، حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ مسند بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکرر احادیث سمیت دو ہزار چھ سو تیس احادیث مروی ہیں (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء : ۳/ ۲۳۸).

[۳] امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "جب نبی کریم ﷺ مدینے تشریف لائے میں اس وقت دس سال کا تھا، جب آپ نے وفات پائی میں بیس سال کا تھا۔" (صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما عن يمين المبتدىء، حدیث نمبر ۱۲۵ (۲۰۲۹)، ۳/ ۱۶۰۳) ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء : ۳/ ۴۰۶).

[۴] حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ انھوں نے آپ سے بہت سا علم حاصل کیا اور اسے یاد رکھا، یہاں تک کہ ان کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ "شریعت کے چوتھائی احکام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں" (فتح الباری ۷/ ۱۰۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۳۹).

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۱۵ سال [۱]
(۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ۲۷ یا ۲۸ " [۲]

منصب قضاء اور علم و فضل:

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے امت میں ان کو سب سے بہتر قاضی قرار دیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حلال و حرام کے مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والا فرمایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ علم وراثت کے سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْحَمُ أُمَّتِيْ بِأُمَّتِيْ اَبُوْبَكْرٍ، وَ أَشَدُّهُمْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ عُمَرُ، وَ أَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ أُبَيّ بْنُ كَعْبٍ، وَ اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَ اَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ)). [۳]

"میری امت میں سے سب سے زیادہ رحم دل ابو بکرؓ ہیں۔ اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ سب سے سچی حیا والے عثمانؓ ہیں۔ اللہ کی کتاب کے سب سے زیادہ پڑھنے والے ابی بن کعبؓ ہیں۔ حلال و حرام

---

[۱] امام حاکم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا: "جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے میں اس وقت پندرہ سال کا تھا" (مستدرك حاكم، كتاب معرفة الصحابه، ۳/۵۳۳) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (مرجع سابق ۳/۵۳۴) علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ (دیکھئے: التلخيص ۳/ ۵۳۳) طبرانی نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۹/ ۲۸۵) ان سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ (دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۳ / ۳۵۹)

[۲] جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ۷۸ یا ۷۷ ہجری میں وفات پائی۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔ (ملاحظہ ہو: سير اعلام النبلاء ۳/ ۱۹۴) اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر سولہ یا سترہ سال بنتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت یہ ستائیس یا اٹھائیس سال کے تھے۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مرجع سابق ۳/ ۱۹۴)

[۳] سنن ابن ماجه، المقدمه، فضائل اصحاب رسول الله ﷺ، حديث نمبر ۱۴۱، ۱/ ۳۰۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه ۱/ ۳۱)۔

کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اور علم الفرائض کے سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔"

مذکورہ تینوں صحابہ (حضرت علی' حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جوان تھے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو یمن کا قاضی بھی بنا کر بھیجا۔ اس سلسلے میں امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ فرمایا:

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں جب کہ میں ابھی نوعمر ہوں اور عدالتی امور کا مجھے علم بھی نہیں"

آپ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تیرے دل کی راہنمائی کرے گا۔ تیری زبان میں ثبات پیدا کرے گا۔ جب تیرے سامنے دو جھگڑنے والے بیٹھیں تو تم اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے سے بھی پوری بات نہ سن لو' جس طرح تم نے پہلے سے سنی تھی۔ اس طرح تیرے لیے فیصلہ واضح اور روشن ہو جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں قاضی رہا (یا حضرت علیؓ نے یہ فرمایا) "فرمانِ نبوی سننے کے بعد میرے دل میں کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت قطعاً کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوا[1]"

جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ:

اس طرح نوجوانوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ پہلے عرب ہیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔ امام بخاری نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد' کتاب القضاء' باب کیف القضاء' حدیث نمبر ۳۵۷۷، ۹/۳۶۱۔ شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (صحیح ابی داؤد ۲/۶۸۴).

فرمایا: ”میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا“۔[1]

اس وقت حضرت سعد حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے فوجی دستے میں شامل تھے اور یہ سب سے اولین فوجی دستہ تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال روانہ فرمایا تھا۔[2] حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ستائیس برس تھی۔[3]

نوجوان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے تھے، جنھوں نے غزوہ بدر میں مبارزت کا اعزاز حاصل کیا۔ امام بخاری نے قیس بن عباد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا کہ یہ آیت ﴿هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ﴾ ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے بدر کے دن مبارزت کی تھی اور وہ تھے حمزہ، علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم۔ ان کے مقابلے میں ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ آئے۔[4]“

غزوۂ خیبر میں وہ نوجوان جھنڈا بردار جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی، حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ امام بخاری نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا“ یا (آپؐ نے یہ فرمایا:) ”کل ایسا شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ محبت کرتے ہیں۔ وہ شخص ایسا ہے کہ یہ میدان اس کے ذریعے فتح ہوگا۔“

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ، باب مناقب سعد بن أبی وقاص الزهری رضی الله عنه، حدیث نمبر ۳۷۲۸، ۸۳/۷.

[2] فتح الباری ۸۴/۷.

[3] سیر اعلام النبلاء ۱۲۴/۱ : میں مذکور ہے: ”ابراہیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص ۵۶ ہجری میں بیاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ اس اعتبار سے ہجرت کے وقت ان کی عمر چھبیس سال کی تھی اور پہلے لشکر میں شمولیت کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال تھی۔

[4] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، حدیث نمبر ۳۹۶۹، ۲۹۷/۷.

صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم اس کی توقع رکھتے تھے' لیکن حضرت علیؓ کے بارے میں فرمان جاری کر دیا گیا۔ آپؐ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر فتح ہو گیا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابو جہل کو تہہ تیغ کرنے کی سعادت دو نو عمر جوانوں کے مقدر میں لکھ دی تھی اور وہ تھے معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم۔

امام بخاریؒ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ: "میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دو نو عمر جوانوں کو دیکھا۔ میں نے ان کے درمیان ہونے کے سبب اپنے آپ کو پر امن محسوس نہ کیا۔ ایک نے اپنے ساتھی سے بات چھپاتے ہوئے مجھ سے کہا:

"چچا جان! مجھے ابو جہل دکھلایئے۔"

میں نے کہا: "بھتیجے تجھے اس سے کیا کام ہے؟"

اس نے کہا: "میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔"

دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے بات چھپاتے ہوئے مجھ سے یہی کہا۔

اب مجھے ان کے بجائے کسی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ہونا پسند نہ تھا۔

میں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: "وہ ہے تمھارا ہدف۔"

"وہ باز کی طرح اس پر جھپٹے' یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ وہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔" رضی اللہ عنہم۔[2]

حکومتِ اسلامیہ کے انتظامی اُمور:

اسی طرح نوجوان صحابہ کرامؓ نے رسول کریم ﷺ کی جانب سے تفویض کردہ انتظامی امور کو نہایت حسن و خوبی سے سر انجام دیا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن سے خمس کی وصولی کے منصب پر متعین

---

[1] صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب غزوۃ خیبر' حدیث نمبر ۴۲۰۹' ۷/۴۷۶۔

[2] مرجع سابق' کتاب المغازی' باب ' حدیث نمبر ۳۹۸۸' ۷/۳۰۷ - ۳۰۸۔

کیا[1] اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو زبید' عدن' رمع اور ساحل کا گورنر نامزد کیا[2] اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا۔

امام بخاریؒ نے ابو بردہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے دو صوبوں کا الگ الگ گورنر نامزد کیا۔ یمن ان دنوں دو صوبوں پر مشتمل تھا۔[3]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف روانہ کیا گیا اس وقت وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرح جوان تھے۔ ان کی عمر نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً تیس سال تھی۔[4]

تاریخ میں اور بھی بہت سے شواہد ملتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نوجوان صحابہ کرامؓ نے دعوتِ اسلامی کے لیے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔ لیکن اس سے یہ مفہوم اخذ نہ کر لیا جائے کہ جوانوں کو بڑی عمر کے افراد کی رہنمائی اور سرپرستی کی ضرورت ہی نہیں بلکہ دعوت دین کی مصلحت اس بات میں ہے کہ نوجوانوں کی قوت و طاقت کا استعمال بزرگوں کے تجربات اور بردباری کی روشنی میں کیا جائے اور خیر القرون میں دعوتی کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہی دستور موجود تھا۔

---

[1] دیکھئے: جوامع السیرہ امام ابن حزم ص ٢٤۔ نیز دیکھئے: صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن ولید رضی اللہ عنہما الی الیمن قبل حجۃ الوداع' حدیث نمبر ٤٣٥٠، ٨/٦٦.

[2] دیکھئے : جوامع السیرہ ص ٢٣.

[3] صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب بعث ابی موسٰی و معاذ رضی اللہ عنہما الی الیمن قبل حجۃ الوداع' جزء حدیث نمبر ٤٣٤١ و ٤٣٤٢' ٨/٦٠.

[4] سیر أعلام النبلاء میں درج ہے کہ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ میں نے طبقات القراء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ''صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ کا ذی الحجہ ۴۴ ہجری میں انتقال ہوا۔ (٢/٣٩٨) حافظ ابو بکر بن شیبہ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ تریسٹھ سال زندہ رہے۔ (دیکھئے: الاصابۃ ٤/١٢٠) اس طرح ہجرت کے وقت ان کی عمر ۱۹ سال بنتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت یہ تیس سال کے تھے۔

مطلب ۱۶

جہادِ اسلامی کی حقیقی صورت

اس واقعہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے اسلامی جہاد کی حقیقی صورت لوگوں کے سامنے کھل کر آجاتی ہے- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہتے وقت جو وصیت فرمائی اس میں جہاد اسلامی کی حقیقت اور خدوخال خاص طور پر آشکارا ہیں-

امام طبری نے روایت کیا ہے-

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو! ٹھہرو' میں تمھیں دس وصیتیں کرتا ہوں: انھیں یاد رکھنا- خیانت نہ کرنا' دغا نہ دینا' دھوکا نہ کرنا' مثلہ نہ کرنا' کسی چھوٹے بچے کو' بڑے بوڑھے اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا' کھجور کا درخت نہ کاٹنا اور نہ اسے جلانا' کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا' بکری گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا' البتہ اگر کھانا مقصود ہو تو ان کے ذبح کرنے کی اجازت ہے- عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو اپنے آپ کو ہر کام سے فارغ کر کے گرجوں میں پڑے ہوئے ہیں' انھیں کچھ نہ کہنا- تم ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو تمھارے پاس برتن لے کر آئیں گے' جن میں نوع بہ نوع کھانے ہوں گے- جب تم ایک کے بعد دوسرا کھانا کھاؤ تو اللہ کا نام لیا کرو- تم کچھ ایسے لوگوں سے ملو گے جنھوں نے اپنے سر درمیان سے منڈھائے ہوں گے اور اردگرد سے پٹیوں کی مانند بال چھوڑ رکھے ہوں گے- انھیں تلوار سے خوب مارو- اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نکلو- اللہ تعالیٰ

تمھیں نیزے اور طاعون سے فنا کرے[1]"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت صرف لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کے نام ہی نہ تھی' بلکہ یہی وصیت انھوں نے دوسرے لشکروں کو بھی کی۔

امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعدؒ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیے تو وہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہمراہ پیدل چلتے ہوئے باہر نکلے جو کہ شام کی طرف جانے والے چار لشکروں میں سے ایک کے امیر تھے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یزید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"یا آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آتا ہوں"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"نہ تم نیچے اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ میں اللہ کی راہ میں ثواب کی نیت سے یہ قدم اٹھا رہا ہوں"

پھر ان سے کہا:

"تم ایک ایسی قوم کو ملو گے جن کا خیال ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے' انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے علاوہ تم ایک ایسی قوم سے ملو گے جن کے افراد نے اپنے سروں کے بال درمیان سے منڈائے ہوں گے اور اردگرد سے چھوڑ رکھے ہوں گے' ان کی کھوپڑیوں پر تلوار کی ضرب لگانا۔"

میں تجھے دس وصیتیں کرتا ہوں۔

"کسی عورت' بچے یا زیادہ بڑی عمر کے شخص کو قتل نہ کرنا' کوئی پھل دار درخت نہ کاٹنا' کسی آبادی کو ویران نہ کرنا' کسی بکری یا اونٹ کو کھانے کی

---

[1] تاریخ طبری ۳/۲۲۶ - ۲۲۷.

غرض کے سوا ذبح نہ کرنا' کھجور کے درخت کو آگ نہ لگانا اور نہ اسے کاٹنا' مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور نہ بزدلی کا مظاہرہ کرنا[1]"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو وصیت کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آنحضرت ﷺ لشکروں کو رخصت کرتے وقت اسی طرح کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔

امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر یا فوجی دستے کا امیر مقرر کرتے تو اسے خاص طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتے اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے: "اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جنگ کرنا' کافروں کے ساتھ لڑنا' خیانت نہ کرنا' کسی کو دھوکا نہ دینا' کسی کا مثلہ نہ کرنا' کسی بچے کو قتل نہ کرنا' جب تمھارا سامنا مشرکین میں سے کسی دشمن کے ساتھ ہو تو انھیں تین باتیں اختیار کرنے کی دعوت دینا۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو اپنا لیں تو اسے قبول کر کے ان سے اپنا ہاتھ روک لینا[2]"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو جو وصیت کی' اس کا خلاصہ درج ذیل اشارات میں پیش خدمت ہے۔

(۱) خیانت اور مال غنیمت کے چرانے سے بچنا۔

(۲) دھوکا دہی سے اجتناب کرنا۔

(۳) مقتول کا ناک' کان کاٹنے سے احتراز کرنا۔

---

[1] مؤطا' کتاب الجهاد' النهى عن قتل النساء و الولدان فى الغزو' روایت نمبر ۱۰' ۲/۴۴۷-۴۴۸.

قریباً اسی طرح امام سعید بن منصور نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے: سنن سعيد بن منصور' كتاب الجهاد' باب مايؤمر به الجيوش اذا خرجوا' روایت نمبر ۲۳۸۳' ۲/ ۱۴۸.

[2] صحيح مسلم' كتاب الجهاد والسير' باب تامير الامام الامراء على البعوث و وصيته اياهم بآداب الغزو و غيرها' جزء من رقم الحديث ۳(۱۷۳۱)'۳/۱۳۵۷.

(۴) بچوں کو قتل کرنے سے باز رہنا۔
(۵) بوڑھوں کو قتل کرنے سے رکنا۔
(۶) عورتوں کو قتل کرنے سے اجتناب کرنا۔
(۷) درختوں کو تلف کرنے سے باز رہنا۔
(۸) جانوروں کو بلا مقصد ذبح کرنے سے احتراز کرنا۔
(۹) جو شخص لڑائی میں شریک نہیں اس سے اعراض برتنا۔
(۱۰) کھانا کھاتے وقت ذکرِ الٰہی کرنے کا اہتمام کرنا۔
(۱۱) مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں شریک ہونے والوں کو قتل کر دینا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت محض دلکش کلمات کا مجموعہ ہی نہ تھی، بلکہ مسلمانوں نے ان کے دورِ حکومت میں اور اس کے بعد اس پر عمل کیا۔

قارئین کے فائدے کے لیے چند شواہد اور مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) امام طبری روایت نقل کرتے ہیں کہ ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہذیل کاہلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوش خبری اور تحائف بھیجے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ تحائف بصورت جزیہ وصول فرمائے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اگر انھوں نے پہلے سے ان تحائف کو جزیہ میں شمار نہ کیا ہو تو ان کا شمار جزیے میں کریں۔[1]''

اللہ اکبر! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دشمنوں کے ساتھ معاملات میں بھی کس قدر عدل و انصاف کو پیشِ نظر رکھا کرتے تھے۔ وہ ان سے جزیہ سے زیادہ کوئی چیز وصول کرنے کے روادار نہ تھے، خواہ وہ ہدیہ کے نام سے ہی کیوں نہ پیش کی گئی ہو۔

(ب) جب اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسیلمہ کذاب قتل ہوا اور بنو حنیفہ نے شکست کھائی تو مجاعہ بن مرارہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

---

[1] تاریخ طبری ۳/۳٦۲.

"آپ کے مقابلے میں تو ہمارے کچھ جلد باز قسم کے لوگ آئے' ابھی تو قلعے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں"

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: "ارے کم بخت کیا کہہ رہے ہو؟"

اس نے کہا: "اللہ کی قسم! میں درست کہہ رہا ہوں- آیئے میرے ذریعے میری قوم سے صلح کرلیں-"

اس نے جانوں کے علاوہ ہر چیز پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی- پھر کہنے لگا: "میں ان (اپنی قوم) کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان سے مشورہ کرلوں-"

وہ ان کے پاس گیا- قلعوں میں عورتوں' بچوں' بڑے بوڑھوں اور کمزور مردوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا- اس نے ان سب کو ہتھیار پہنا دیئے اور عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے بال کھول کر قلعوں کے اوپر سے جھانکتی رہیں یہاں تک کہ وہ ان کی طرف واپس لوٹ آئے-

وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف واپس پلٹا اور کہنے لگا: "انھوں نے آپ سے میرے طے شدہ معاہدے کو ماننے سے انکار کر دیا ہے- اور اس معاہدے کو توڑنے اور اس سے براءت کا اظہار کرنے کی غرض سے کچھ لوگ قلعوں کے اوپر سے آپ کے سامنے بھی آئے ہیں"

حضرت خالد بن ولید نے سمجھا کہ قلعے مردوں سے بھرے ہوئے ہیں اور لڑائی نے مسلمانوں کو تھکا دیا تھا- لڑائی کافی لمبی ہو گئی تھی' اب ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ ایسی صورت میں وہ واپس پلٹیں کہ کامیاب ہوں- وہ نہیں جانتے تھے کہ قلعوں میں مردوں کی موجودگی اور دوبارہ لڑائی کی حالت میں کیا ہونے والا ہے- مدینہ طیبہ کے رہنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تین سو ساٹھ افراد قتل ہو چکے تھے- مدینہ طیبہ کے لوگوں کے علاوہ دوسرے مہاجرین میں سے تین سو افراد قتل ہو گئے تھے- حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی جام شہادت نوش کر چکے تھے-

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سونے' چاندی' ہتھیار اور نصف یا ایک چوتھائی قیدیوں کی شرط پر صلح کر لی۔

جب قلعوں کے دروازے کھولے گئے تو وہاں صرف عورتیں' بچے اور کمزور لوگ موجود تھے' حضرت خالد بن ولید نے مجاعہ بن مرارہ سے کہا: "اے کم بخت تو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

اس نے کہا: "وہ میری قوم ہے' جو کچھ میں نے کہا' اس کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا تھا[1]۔"

اسی اثنا میں سلمۃ بن سلامہ بن وقش حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط بنام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لے کر پہنچ گئے۔ اس خط میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بنو حنیفہ کے بالغ افراد کو قتل کر دیں[2]۔

پیغام رساں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ انھوں نے ان سے صلح کر لی ہے' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے معاہدے کو پورا کیا اور عہد شکنی نہ کی[3]۔

اس واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دو وجوہ کی بنا پر اگر چاہتے تو معاہدہ توڑ سکتے تھے:

(۱) مجاعہ بن مرارہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا تھا کیونکہ اس نے ان سے کہا تھا کہ قلعوں میں لوگ بھرے ہوئے ہیں۔ مگر صورتِ حال یہ تھی کہ ان میں عورتیں' بچے اور کمزور لوگ ہی تھے۔

(۲) دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ پر قابو پانے کے بعد ان کے بالغ افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن حضرت خالدبن ولیدؓ نے ان دونوں اسباب کے باوجود ایفائے عہد کو ترجیح دی۔

---

[1] الکامل ۲/ ۲٤۷.

[2] تاریخ طبری ۳ /۲۹۹.

[3] الکامل ۲/۲٤۷.

(ج) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایرانی سپہ سالار رستم نے جابان کو ایک لشکر کا قائد مقرر کیا تھا' اس کا مقابلہ نمارق کے مقام پر جو حیرہ اور قادسیہ کے درمیان واقع تھا- حضرت ابو عبید رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوا- اہل ایران ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے اور جابان کو قید کر لیا گیا[1] اسے مطر بن فضہ التیمی نے گرفتار کیا تھا- جابان نے ان کو دھوکا دیا اور کہا کہ: ''کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری جان بخشی کر دیں تو میں اس کے بدلے میں دو نو عمر چاق وچوبند غلام آپ کے حوالے کر دوں گا'' انھوں نے اس شرط پر اسے چھوڑ دیا- دوسرے مسلمان اسے پکڑ کر ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس لے آئے اور ان کو بتایا کہ یہ ''جابان'' ہے' اور انھوں نے اسے قتل کرنے کا مشورہ دیا-

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مجھے اسے قتل کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے' کیوں کہ ایک مسلمان نے اس کو امان دی ہے اور مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی محبت اور مدد کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں' جو ایک کی ذمہ داری ہے وہ سب کی ذمہ داری ہے-''

انھوں نے کہا: ''وہ تو بادشاہ ہے''

آپ نے فرمایا: ''وہ ہوگا بادشاہ' لیکن میں بدعہدی نہیں کروں گا''

چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا-[2]

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ دشمن کے امیرِ لشکر کو قتل کر دینا دشمن کی شکست کا باعث بنتا ہے اور لشکرِ اسلام کے حوصلے بلند کرنے کا سبب- لیکن حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کو عہد شکنی پر ترجیح دی' ایرانی لشکر کے امیر کو قتل کرنے کی تجویز سے موافقت نہیں کی' کیونکہ ایک مسلمان نے اس کو امان دے رکھی تھی' اگرچہ یہ امان لاعلمی میں دی گئی تھی-

---

[1] ملاحظہ ہو: البداية والنهاية ۷/ ۲۷.

[2] دیکھیے: الکامل ۲/ ۲۹۹- نیز ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ۳/ ۴۴۹.

(د) امام عبدالرزاق نے فضیل رقاشی سے روایت کی ہے' انھوں نے کہا کہ "میں ایران کی بستیوں میں سے ایک بستی کے محاصرے کے موقع پر موجود تھا- اس بستی کا نام "شاھر تا" تھا- ہم نے پورا ایک مہینہ اس کا محاصرہ جاری رکھا- ایک روز ہم نے دوسرے دن صبح کے وقت ان پر یلغار کا ارادہ کیا- جب ہم دوپہر کے وقت واپس پلٹے تو ایک غلام پیچھے رہ گیا- ایرانیوں نے اس سے امان طلب کی تو اس نے ان کے لیے امان لکھ کر خط تیر سے باندھا اور ان کی طرف پھینک دیا- جب ہم ان کی طرف واپس پلٹے تو وہ اپنے سادہ کپڑوں میں نکل کر باہر ہمارے سامنے آگئے اور اپنے ہتھیار نیچے رکھ دیے-

ہم نے کہا: "تم نے ایسا کیوں کیا؟"

انھوں نے جواب دیا: "اس لیے کہ تم نے ہمیں امان دے دی ہے-"

انھوں نے وہ تیر نکال کر ہمارے سامنے کر دیا' جس کے ساتھ امان کی تحریر بندھی ہوئی تھی- ہم نے کہا: "یہ غلام ہے اور غلام کو تو کچھ (معاہدے) کرنے کا اختیار نہیں-"

انھوں نے کہا: "ہم تمھارے غلام اور آزاد کے فرق کو نہیں جانتے' وہ تو امان کی بنیاد پر نکلے ہیں-"

ہم نے کہا: "تم امان کے ساتھ پلٹ جاؤ" (تمھارے اپنی بستی تک پلٹنے تک غلام کا دیا ہوا امان جاری رہے گا)

انھوں نے کہا: "ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے"

ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا: تو انہوں نے جواباً تحریر فرمایا-

"مسلمان غلام مسلمانوں کا فرد ہے' اس کی دی ہوئی امان مسلمانوں کی دی ہوئی امان قرار دی جائے گی-"[1]

---

[1] المصنف' کتاب الجهاد' باب الجوار وجوار العبد والمرأة' روایت نمبر ۹٤٠٢، ۳/ ۲۲۲-۲۲۳- اسی طرح امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے- دیکھیے: سنن سعید بن منصور' کتاب الجهاد' باب ماجاء فی امان العبد' ۲/ ۲۳۳.

راوی نے کہا: اس طرح وہ مالِ غنیمت جو ہمارے قبضے میں آنے والا تھا ہاتھ سے جاتا رہا۔

تاریخ طبری میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف یہ خط لکھا:

"اللہ تعالیٰ نے ایفاے عہد کو بہت بڑی بات قرار دیا ہے۔ تم اس وقت تک وفادار نہیں کہلا سکو گے جب تک وفا نہیں کرو گے' شک کی صورت میں ان سے وفا کا رویہ اختیار کرو' اور ان سے واپس پلٹ آؤ۔[1]"

یہ قصہ ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمانوں نے مسلسل ایک ماہ سے اس بستی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ انھیں یہ توقع تھی کہ یہاں سے مالِ غنیمت ہاتھ لگے گا۔ لیکن انھیں بتائے بغیر جب ایک غلام نے انھیں امان دے دی تو امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس غلام کی طرف سے دی گئی ضمانت امان کو برقرار رکھا۔

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے ایسے شواہد ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے دشمنوں کے ساتھ ایفائے عہد کیا۔ لیکن میں نے اختصار کے ساتھ چند شواہد کے بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے تاکہ قارئین کرام دورانِ جہاد کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے حسن تعامل کا اندازہ کر سکیں۔

❋ ❋ ❋

[1] تاریخ طبری ٤/ ٩٤.

خاتمہ

سب تعریف وستائش مولائے رحیم وکریم کے لیے کہ اس نے اپنے ناتواں اور ناکارے بندے کو اس موضوع کے بارے میں یہ کتابچہ تیار کرنے کی توفیق سے نوازا- اب اس ہی کے حضور عاجزانہ التجا ہے کہ وہ اس حقیر، معمولی اور ناقص کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے- آمین

سیدنا ابو بکر صدیق کے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کرنے کے واقعہ سے استنباط کردہ درج ذیل سولہ دروس اس کتابچے میں ذکر کیے گئے ہیں:

۱: حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے

۲: مشکلات اہل ایمان کو امور دینیہ کی انجام دہی سے نہیں روکتی

۳: دعوت اسلامی کا سلسلہ کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ نہیں

۴: اتباع نبی کریم ﷺ کی فرضیت

۵: اتباع نبی کریم ﷺ میں جلدی کرنے کی فرضیت

۶: مسلمانوں کی نصرت وتکریم کا اتباع نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہونا

۷: نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں

۸: خلاف نص اکثریت کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں

۹: سچے مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے

۱۰: باہمی جھگڑے نمٹانے کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے

۱۱: حق کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا

۱۲: احتساب سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں

۱۳: بعض اوقات احتساب میں سختی سے کام لینا

۱۴: دعوت کے مطابق عمل کا اہتمام کرنا

۱۵: خدمتِ اسلام میں نوجوانوں کا عظیم الشان کردار

۱۶: جہادِ اسلامی کی حقیقی صورت

اس موقع پر راقم السطور مسلمانانِ عالم سے درج ذیل باتوں کے بارے میں اپیل کرتا ہے۔

(۱) امت اسلامیہ مذکورہ بالا دروس اور عبرت و نصیحت کی باتوں سے فیض حاصل کرے۔

(۲) سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام' امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم' اور دیگر داعیان حق کے کارہائے نمایاں کو پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔ ان میں موجود دروس اور نصیحتوں کو سمجھا اور سمجھایا جائے' اور دعوت الی اللہ کے میدان میں کام کرتے ہوئے ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔

(۳) دنیائے اسلام کی جامعات اور مدارس میں "تاریخ الدعوۃ" کا مضمون پڑھایا جائے' کیونکہ امت مسلمہ کو عموماً اور دعوت کے میدان میں کام کرنے والے حضرات کو خصوصاً سابقہ داعیان حق کے دعوتی کارناموں اور ان میں موجود عبرت و نصیحت کی باتوں کے جاننے' سمجھنے اور ان سے فیض یاب ہونے کی شدید ضرورت ہے۔ اور اس سلسلے میں سعودی عرب کی جامعات کے تجربہ سے استفادہ کیا جائے جہاں "تاریخ الدعوۃ" کا مضمون پڑھایا جا رہا ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی نبینا و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ و بارك وسلم۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

❋ ❋ ❋

المصادر والمراجع

١- ((**الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان**))، للأمير علاء الدين الفارسي' ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٢- ((**أساس البلاغة**)) للعلّامة جاراللّٰه الزمخشري، ط: دارالمعرفة بيروت، سنة الطبع ١٤٠٢هـ.

٣- ((**الإصابة في تمييز الصحابة**)) للحافظ ابن حجر، ط: دارالكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٤- ((**البداية والنهاية**)) للحافظ ابن كثير' ط: مكتبة المعارف بيروت، الطبعة الثانية ١٩٧٤م.

٥- ((**بذل المجهود شرح سنن أبي داود**)) للشيخ خليل أحمد السهارنفوري، ط : دارالكتب العلمية بيروت، بدون سنة الطبع.

٦- ((**بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني**)) للشيخ أحمد عبدالرحمن البنا، ط: دارالشهاب القاهرة، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٧- ((**تاريخ الإسلام**)) (عهد الخلفاء الراشدين رضي اللّٰه عنهم) للحافظ الذهبي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتحقيق د. عمر عبدالسلام تدمري.

٨- ((**التاريخ الاسلامي**)) (الخلفاء الراشدين والعهد الأموي)، للأستاذ محمود شاكر، ط : المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الرابعة ١٤٠٥هـ.

٩- ((**تاريخ الأمم والملوك المعروف بتاريخ الطبري**)) للإمام ابن جرير الطبري، ط : دارسويدان بيروت، بدون سنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد أبي الفضل إبراهيم.

١٠-((**تاريخ الخلفاء**)) للإمام السيوطي، الناشر : مير محمد كتب خانه كراتشي، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد محيي الدين عبدالحميد.

١١-((**تاريخ خليفة بن خياط**)) ، دار طيبة الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٥هـ، بتحقيق د. أكرم ضياء العمري.

١٢-((**تحفة الأحوذي**)) شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط : دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

١٣-((**تفسير أبي السعود**)) المسمّى بـ((**إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم**)) للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون سنة الطبع.

١٤-((**تفسير القاسمي**)) المسمى بـ((**محاسن التأويل**)) للعلّامة محمد جمال الدين القاسمي، ط : دارالفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.

١٥-((**تفسير القرطبي**)) المسمّى بـ((**الجامع الأحكام القرآن**)) للإمام أبي عبدالله القرطبي، ط : دار إحياء التراث العربي، بدون سنة الطبع.

١٦-((**التفسير الكبير**)) المسمّى بـ((**مفاتيح الغيب**)) للإمام فخر الدين الرازي، ط : دارالكتب العلمية طهران، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.

١٧-((**تقريب التهذيب**)) للحافظ ابن حجر العسقلاني، الناشر : دار نشر الكتب الإسلامية جحجرانواله، الطبعة الأولى ١٣٩٣هـ.

۱۸ -((**التلخيص**)) (المطبوع بذيل المستدرك على الصحيحين) للحافظ الذهبي' ط : دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

۱۹ -((**جامع الترمذي**)) (المطبوع مع تحفة الأحوذي) للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى' ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۰ هـ.

۲۰ -((**جوامع السيرة**)) للإمام ابن حزم، الناشر: حديث اكادمي فيصل آباد، سنة الطبع ۱٤۰۱ هـ، بتحقيق د. إحسان عباس و د. ناصر الدين الأسد.

۲۱ -((**حب النبي ﷺ و علاماته**)) لـ فضل إلهي، ط : إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الحادية عشرة ۱٤۱٦ هـ.

۲۲ -((**الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم**)) لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الأولى ۱٤۱۰هـ.

۲۳ -((**حكم الإنكار في مسائل الخلاف**)) لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الأولى ۱٤۱۷هـ.

۲٤ -((**الدعوة إلى الإسلام**)) لـ توماس-و- آرنولد، ترجمه إلى العربية: د. حسن إبراهيم حسن و عبدالمجيد عابدين و إسماعيل النحراوي، ط: مكتبة النهضة المصرية القاهرة، الطبعة الثالثة ۱۹۷۰م.

۲٥ -((**الرحيق المختوم**)) للشيخ صفي الرحمن المباركفوري، ط: دارالسلام الرياض، الطبعة التاسعة ۱٤۱۲ هـ.

۲٦ -((**روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني**)) للعلّامة السيد محمود الألوسي، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ۱٤۰٥هـ.

۲۷ -((**سنن الدارقطني**)) للإمام علي بن عمر الدارقطني، الناشر: حديث

اكادمي فيصل آباد، بدون سنة الطبع.

٢٨-((**سنن الدارمي**)) للإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، الناشر: حديث أكادمي فيصل آباد، سنة الطبع ١٤٠٤هـ، بتعليق السيد عبدالله هاشم اليماني المدني.

٢٩-((**سنن أبي داود**)) (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٣٠-((**سنن سعيد بن منصور**)) للإمام سعيد بن منصور الخراساني المكي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي.

٣١-((**السنن الكبرى**)) للإمام البيهقي، ط: دار المعرفة بيروت، تصوير عن الطبعة الأولى ١٣٥٤هـ.

٣٢-((**سنن ابن ماجه**)) للإمام أبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني ابن ماجه، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي.

٣٣-((**سنن النسائي**)) (المطبوع مع شرح السيوطي و حاشية السندي) للإمام أبي عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، ط: دارالفكر بيروت: الطبعة الأولى ١٣٤٨هـ.

٣٤-((**سير أعلام النبلاء**)) للإمام الذهبي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠٢هـ، بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط.

٣٥-((**السيرة النبوية الصحيحة**)) للدكتور أكرم ضياء العمري، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة، سنة الطبع ١٤١٢هـ.

٣٦-((**السيرة النبوية من مصادرها الأصلية**)) للدكتور مهدي رزق الله أحمد، ط : مركز الملك فيصل للبحوث الإسلامية الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ.

٣٧-((**السيرة النبوية و أخبار الخلفاء الراشدين**)) للإمام أبي حاتم محمد بن حبان البستي، ط : مؤسسة الكتب الثقافية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ، بتعليق الحافظ السيد عزيز بك و جماعة من العلماء.

٣٨-((**شرح النووي على صحيح مسلم**)) للإمام النووي، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٤٠١هـ.

٣٩-((**الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية**)) للإمام إسماعيل بن حماد الجوهري، ط : دار العلم للملايين بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٤هـ، بتحقيق الأستاذ أحمد عبدالغفور عطّار.

٤٠-((**صحيح البخاري**)) (المطبوع مع فتح البارى) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة و الإرشاد بالممكلة العربية السعودية، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٤١-((**صحيح سنن الترمذي**)) اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ محمد زهير الشاويش.

٤٢-((**صحيح سنن أبي داود**)) صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصرالدين الألباني، نشر: مكتبة التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ محمد زهير الشاويش.

٤٣-((**صحيح سنن ابن ماجه**)) صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصرالدين الألبانى، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى

١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ محمد زهير الشاويش.

٤٤-((**صحيح مسلم**)) للإمام مسلم بن حجاج القشيرى، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالممكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقى.

٤٥-((**صفة الصفوة**)) للإمام ابن الجوزي، ط : دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٥هـ ، بتحقيق الشيخ محمود فاخوري' و تخريج د. محمد رواس قلعجي.

٤٦-((**الطبقات الكبرى**)) للإمام ابن سعد، ط: دار بيروت، و دار صادر بيروت، سنة الطبع ١٣٧٧هـ.

٤٧-((**ظلال الجنة في تخريج السنة**)) للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٣هـ (المطبوع مع كتاب السنة).

٤٨-((**عمدة القارئ**)) للعلّامة العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٤٩-((**عون المعبود شرح سنن أبي داود**)) للعلّامة أبي الطيب العظيم آبادي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٥٠-((**غريب الحديث**)) للحافظ ابن الجوزي' دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٥هـ، بتحقيق د. عبدالمعطي أمين قلعجي.

٥١-((**فتح الباري**)) للحافظ ابن حجر، نشر و توزيع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية و الإفتاء والدعوة و الإرشاد الرياض، بدون سنة الطبع.

٥٢-((**الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل**)) للشيخ أحمد

بن عبدالرحمن البنا، ط: دارالشهاب القاهرة، بدون سنة الطبع.

٥٣- ((**فتوح البلدان**)) للإمام أبي الحسن البلاذري، ط : دارالكتب العلمية بيروت، سنة الطبع ١٣٩٨هـ، بتعليق الأستاذ رضوان محمد رضوان.

٥٤- ((**الكامل في التاريخ**)) للإمام ابن الأثير، ط : دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٨٧هـ.

٥٥- ((**كتاب السنة**)) للحافظ ابن أبي عاصم الشيباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٣هـ، (ومعه ((**ظلال الجنة في تخريج السنة**)) للشيخ محمد ناصرالدين الألباني).

٥٦- ((**مجمع الزوائد و منبع الفوائد**)) للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٢هـ.

٥٧- ((**المحلّى**)) للإمام ابن حزم، الناشر: مكتبة الجمهورية العربية بالقاهرة، بدون الطبعة.

٥٨- ((**مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح**)) للعلّامة الملا علي القاري، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتعليق الأستاذ صدقي محمد جميل العطار.

٥٩- ((**مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر**)) لـ فضل إلهي، ط: إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ.

٦٠- ((**المستدرك على الصحيحين**)) للإمام الحاكم، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦١- ((**المسند**)) للإمام أحمد بن حنبل، ط: دار المعارف للطباعة والنشر بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ، بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر.

٦٢- ((**مسند أبي يعلى الموصلي**)) للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمي،

ط: دارالمأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ، بتحقق الأستاذ حسين سليم أسد.

٦٣-((**مشكاة المصابيح**)) للحافظ ولي الدين محمد بن عبدالله الخطيب المقريزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ، بتحقيق الشيخ محمد ناصرالدين الألباني.

٦٤-((**مصباح الزجاجة في فوائد ابن حبان**)) للحافظ أحمد بن أبي بكر الكناني البوصيري، ط: دارالجنان بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، مع تقديم الأستاذ كمال يوسف الحوت.

٦٥- ((**المصنف**)) للإمام بن أبي شيبة، ط : الدار السلفية بومبائي الهند، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٦٦-((**المصنف**)) للإمام عبدالرزاق الصنعاني، ط : المجلس العلمي جنوب أفريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٢هـ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي.

٦٧-((**معجم البلدان**)) للإمام أبي عبدالله ياقوت الحموي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق الأستاذ فريد عبدالعزيز الجندي.

٦٨-((**المعجم الوسيط**)) للأساتذه إبراهيم مصطفى و أحمد حسن الزيات و حامد عبدالقادر و حمد علي النجار، ط : دارالدعوة تركية، سنة الطبع ١٩٨٠م.

٦٩-((**من صفات الداعية: اللين والرفق**)) لـ فضل إلهى، ط. إدارة ترجمان الإسلام باكستان، الطبعة الثالثة ١٤١٤هـ.

٧٠-((**موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**)) للحافظ نور الدين الهيثمي، ط:

دار و مكتبة الهلال بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد عبدالرزاق حمزة.

٧١- ((**الموطأ**)) للإمام مالك، ط : عيسى البابي الحلبي و شركاه القاهرة، بدون الطبعة' سنة الطبع ١٣٧٠هـ، بتصحيح و تخريج الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.

٧٢-((**نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر**)) لحافظ ابن حجر، ط : قرآن محل كراتشي باكستان، بدون الطبعة و سنة الطبع.

٧٣-((**النهاية في غريب الحديث والأثر**)) للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الإسلامية، الطبعة الأولى ١٣٨٣هـ، بتحقيق الأستاذين محمود محمد الطناجي و طاهر أحمد الزاوي.

٨٤-((**هامش صحيح مسلم**)) للشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ.

٧٥-((**هامش المسند**)) للشيخ أحمد شاكر، ط : دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

٧٦-((**هامش المسند**)) للشيخين شعيب الأرناؤوط و عادل مرشد، ط : مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.

٧٧-((**هامش مصنف عبدالرزاق**)) للشيخ حبيب الرحمن الأعظمي، ط: المجلس العلمي جنوب أفريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٢هـ.

✲ ✲ ✲

ادارہ ترجمان اسلام گوجرانوالہ